حیات مالکؒ

یعنی

امام دار الہجرۃ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

کے

انح زندگی، اُنکی تصنیفات پر تبصرہ، تابعین مدینہ اور فقہائے حجاز کے حالات،
م حدیث کی ابتدائی تاریخ اور جمع حدیث کے لیے محدثین کرام کی کوششوں کا ذکر

از

سید سلیمان ندوی
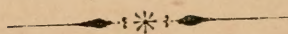
یہ مضامین ابتداءً رسالہ الندوہ کے مختلف نمبروں میں شائع ہوئے تھے اب مجموعی صورت میں شائع ہوتے ہیں،

مطبع معارف شہر اعظم گڈھ میں سنہ ۱۳۴۰ھ میں چھپی،
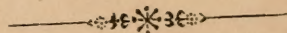
طبع دوم

فہرست مضامین
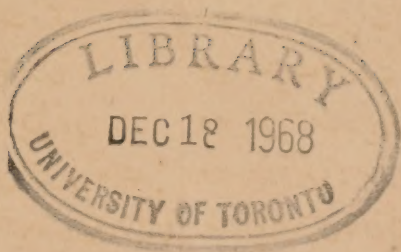
مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نام ونسب وولادت	۲	شیوخ کا انتخاب	۲۵	فقہ وفتوی	۴۳
خاندان کے دیگر ارکان	"	امام کے شیوخ کی خصوصیات	۲۶	فقیہ اور محدث کا فرق	"
تعلیم وتربیت	۶	اہل عراق سے عدم روایت	۲۷	عہد نبوی	۴۴
مدینہ	"	اپنے دادا اور بعض فقہائے سبعہ	۲۸	اصحاب صفہ	"
مدینہ کے فقہائے صحابہ	"	سے عدم روایت کا سبب	"	طبقات فقہائے صحابہ	"
مدینہ کے فقہائے تابعین	۷	اساتذہ آپکے معترف تھے	۲۹	طبقۂ اولی	"
تابعین مدینہ	"	افلاس مین تعلیم	۳۰	طبقۂ ثانیہ	"
مدینہ کے فقہائے سبعہ	۸	مجلس درس	۳۱	طبقۂ ثالثہ	۴۵
شیوخ مالک	"	حضرت ابن عمر کی مجلس درس	"	صحابۂ مدینہ وغیر مدینہ	"
امام کے اعزۂ شیوخ	۹	نافع کی مجلس	"	مدینہ کے فقہائے تابعین	"
ابوسہیل نافع	"	امام کی مجلس	"	مدینہ کی مجلس فقہ	"
قرآن کی تعلیم	۱۰	مجلس کی تہذیب	۳۲	مدینہ کی فقہ	۴۶
علم حدیث کی تعلیم	"	آداب درس	۳۳	امام مالک کی فقہ	"
حضرت نافع	"	طریقۂ درس	۳۴	حکومت کا اعلان	۴۷
امام زہری	۱۱	اس طریقہ کی خوبی	۳۵	حکومت کے مقابلہ مین آزادی	"
امام جعفر صادق	۱۲	مجلس درس کی شہرت	۳۶	طلاق مکرہ کا مسئلہ	"
محمد بن منکدر	۱۴	حاضرین درس کی وسعت جغرافی	"	جواب مین لاادری	۴۸
محمد بن یحیٰ	۱۵	آنحضرت کی پیشینگوئی	۳۷	ممالک بعیدہ کے استفتاء کے	"
ابوحازم	"	تلامذہ اور مستفیدین	"	جواب سے احتراز	"
یحیٰ بن سعید	۱۶	تلامذہ کی خصوصیات	۳۸	رائے پوچھنے پر زجر	۵۰
شیوخ کی تعداد	"	کثرت تعداد	"	رائے کا ظنی ہونا	"
شیوخ بترتیب ہجا	۱۷	شہرت ومعرفت	"	جواب مین کاوش وفکر	"
غیر مدنی شیوخ	۲۱	وسعت ارضی	۳۹	انصاف پسندی	۵۱
علم فقہ کی تعلیم	"	فضل وکمال	"	اعتراف	"
شیخ الفقہ ربیعہ رائی	۲۲	ہر طبقہ کے لوگ آپکے شاگرد تھے	۴۰	عام حالات	۵۳

مضمون	صفحہ
خلافت امویہ کا اختتام	۵۳
خلافتِ عباسیہ	//
خلیفہ منصور اور امام	۵۴
امام کی فقہ پر ملک کو مجبور کرنے کی تجویز	۵۵
امام کا انکار	//
منصور کی شہادت	۵۶
بنو ہاشم و بنو امیہ	//
بنو عباس و بنو علی	۵۷
سادات علوی کی بغاوتین	۵۸
امام کا فتویٰ کہ بیعت جبری غیر معتبر ہے،	//
طلاق مکرہ کا فتویٰ	//
تعزیر	۵۹
منصور کی لاعلمی	//
منصور کی تقریر	۶۰
خلعت	//
منصور کی زبان سے تعزیر کا سبب	//
قیدیونکی خدمت مین سفارت	۶۱
امام کی طلبی	//
منصور کی نسبت اظہار راے سے انکار	//
ابن ابی ذئب کی راستگوئی	۶۲
مہدی کا زمانہ	//
اہل مدینہ کے لیے درخواست	//
امام سے بغداد چلنے کی درخواست	۶۳
مہدی کی طلبی	//
مہدی اور موطا	//
شہزادونکی تعلیم کے لیے بارگاہ خلافت مین جانے سے انکار	۶۴
قرارت سے انکار	//
ہادی کا زمانہ	//
ہارون رشید کا زمانہ	//
موطا بارگاہ خلافت مین	//
حضرت علی اور ابن عباس سے	۶۵
عدم روایت کا سبب	//
شہزادے مجلس درس مین	//
مجلس حدیث	۶۶
منبر نبوی	۶۷
موطا کو خانہ کعبہ مین آویزان کرنے کی تجویز،	//
ہارون کے نام خط	۶۸
وفات	۶۹
جنازہ	۷۰
مرثیے	۷۱
اخلاق و عادات	۷۲
طاعت الٰہی	۷۳
حبِ رسول	//
حبِ مدینہ	۷۴
فیاضی	//
مہمان نوازی	۷۵
استقلال	//
حلم وعفو	//
حقگوئی	۷۶
خودداری	۷۷
انصاف پسندی	۷۷
اہل علم کی عزت	۷۸
حلیہ	۷۹
پوشاک	//
مکان	۸۰
تصنیفات	۸۱
تصنیفات کے نام	//
موطا	۸۴
تدوین احادیث	//
موطا	۸۶
تالیف موطا	//
وجہ تسمیہ	۸۸
تعداد مرویات	۸۹
موطا کا موضوع	//
موطا اور دیگر ائمہ کے مجموعے	۹۰
موطا اور کتب احادیث	//
معاصرہ	۹۱
طبقات کتب حدیث مین	//
موطا کا درجہ	//
طبقۂ اولیٰ مین موطا کا درجہ	۹۲
موطا بخاری و مسلم سے بہتر ہے	۹۳
موطا کے نسخے	۹۵
موطا کے شروح اور تعلیقات	۹۹
موطا کا ایک اور امتیاز	۱۰۵
خاتمہ	.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ والمنۃ والصلوٰۃ علی رسولہ صاحب السنۃ وعلی اٰلہ واصحابہ وتابعیہ قامع البدعۃ والفتنۃ

آجکل ملک مین علوم اسلامی کی طرف سے جو سرد مہری اور بے اعتنائی برتی جارہی ہے، اور جو انگریزی تعلیم کی وسعت کے ساتھ ترقی کرتی جاتی ہے، اُسکی روک تھام کے لیے مصلحین کے سامنے مختلف صورتین پیش ہین، منجملہ اُنکے ایک صورت یہ ہے کہ ملک مین تاریخ کا مذاق کیقدر پیدا ہوگیا ہے، اکابر اسلام کی سوانح عمریون کے پردے مین علوم اسلامیہ کی تاریخ لکھی جاے اور اِسی ضمن مین ضروری مسائل کی تشریح کی جائے،

تمام دُنیاے اسلام جن قوانین فقہی پر کاربند ہے، وہ چار امامون کی طرف منسوب ہین امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام ابن حنبل، اُردو مین سیرۃ النعمانؒ لکھی جاچکی ہے، اور امام رازی کی سیرۃ الشافعی کا ترجمہ ہوچکا ہے، امام مالک جو فقیہ مدینۃ الرسول امام دار الہجرۃ، اور بانی اول فن حدیث تھے، اور مسلک حنفی کے علاوہ فقہ کے، بقیہ تین مذاہب جن کے سلسلے کی شاخین ہین، اُردو مین اب تک اُنکے متعلق ایک حرف موجود نہین،

ابن حجر نے اصابہ کی قسم ثالث (کُنٰی) مین ابو عامر اصبحی کا نام لکھکر ذہبی کی عبارت نقل کردی ہے[1]، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اونکو آنحضرت صلعم سے شرف لقا، حاصل نہین ہوا تھا،

امام کے دادا مالک بن ابی عامر ایک جلیل القدر تابعی اور صحاح کے رُواۃ مین داخل ہین، حضرت عثمان رضؓ کے ساتھ انکو یک گو نہ اختصاص تھا، اور اسقدر درجہ رکھتے تھے کہ وہ اُن سے اپنے لیے وظیفہ کے طالب تھے اِسی بنا پر انکو حضرت عثمان سے نہایت محبت تھی، جن سرکبف جوانمردون نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اون کی لاش کو دشمنون کے نرغہ سے اُٹھا کر دفن کرنیکی خطرناک خدمت انجام دی تھی اونمین ایک یہ بھی تھے فن روایت وحدیث مین اونکو حضرت عمر، عثمان، طلحہ، عقیل بن ابی طالب، ابوہریرہ، ام المومنین عائشہ، اور دیگر صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم سے شرف تلمذ حاصل تھا، مدینہ کے مشہور فقیہ سُلیمان بن یسار اور خود مالک کے بیٹون نے اور دوسرون نے مالک سے حدیث سیکھی ہے، موطا مین بھی انکی روایت سے حدیث ہے[2]، امام نسائی نے اِنکی توثیق بھی کی ہے، سنہ ۷۴ھ مین وفات پائی،

مالک بن ابی عامر کے تین بیٹے تھے، انس امام مالک کے پدر بزرگوار، اور ربیع اور ابو سہیل نافع، ابو سہیل نافع ایک بلند پایہ محدث تھے، ثقات تابعین اور ارکان حدیث مین اونکا شمار ہے، صحابہ مین حضرت ابن عمر سے اور تابعین مین اپنے باپ مالک، اور سعید بن المسیب، علی بن حسین اور بہت سے لوگون سے روایت کرتے ہین، امام مالک نے بھی

[1] الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۴ ص ۱۰۷، کلکتہ [2] موطا، باب تسویۃ الصفوف

موطا مین اِن سے روایت کی ہے، تابعین اور تبع تابعین مین امام زہری، امام مالک
اسماعیل بن جعفر وغیرہ اور دیگر اشخاص ان کے شاگرد ہین، امام احمد، ابو حاتم اور نسائی
جیسے ائمہ فن نے انکی توثیق کی ہے،

امام کے دوسرے عمّ محترم ربیع اور آپ کے والد ماجد انس بھی اپنے خاندان کی
وراثت علمی سے محروم نہ تھے، تاہم اِس فن مین پایۂ مخصوص نہین رکھتے تھے، اور نہ موطا مین
امام نے اِن سے کوئی روایت کی ہے،

امام کی ولادت کا سنہ مختلف فیہ ہے، مورخ یافعی نے طبقات الفقہا مین سنہ ۹۴ھ لکھا ہے،
ابن خلکان نے سنہ ۹۵ھ بتایا ہے، لیکن صحیح تاریخ ولادت سنہ ۹۳ھ ہے جیسا کہ محدث ذہبی نے
تذکرہ مین تصریح کی ہے اور سمعانی نے انساب مین اسکو اختیار کیا ہے، کہ یہ تاریخ بسند امام کے
شاگرد خاص یحیی بن بکیر سے مروی ہے، جو مدتون امام کی صحبت مین رہے ہین،

بزرگون نے بچہ کا مالک نام رکھا، کہ آگے چلکر وہ مدینہ کے بیش بہا خزانوں کا "مالک"
بننے والا تھا، ابن سعد نے طبقات مین واقدی کی روایت سے بیان کیا ہے، اور اسی کو اور
لوگون نے بھی نقل کیا ہے، کہ امام مالک تین برس تک شکم مادر مین رہے، لیکن واقدی کی
یہ روایت اگر صحیح ہے، تو غالبًا اسکی غلط تعبیر طبی جہالت کا نتیجہ ہے، عورتون کو بعض عوارض
ایسے پیدا ہو جاتے ہین جن سے کبھی حمل کے تمام آثار اونپر طاری ہو جاتے ہین اور وہ مدت
تک باقی رہتے ہین، اِسی اثنا مین کبھی حمل حقیقی ہو جاتا ہے، ناواقف لوگ اس تمام زمانہ کو

۱؎ تزئین الممالک بمناقب مالک سیوطی، ابن خلکان ترجمۂ مالک، واسعاف المبطا برجال الموطا سیوطی ترجمہ مالک بن ابی عامر
ونافع بن مالک تذکرۃ الحفاظ ذہبی، کتاب الانساب سمعانی،

مدت حمل سمجھ لیتے ہین،

امام ابوحنیفہ سنہ ۸۰ہ مین پیدا ہوئے تھے، اس لیے امام مالک اُن سے عمر مین ۱۳ برس چھوٹے تھے، اس وقت بنوامیہ کی حکومت کا اوج شباب تھا، ولید بن عبدالملک جو بنی مروان کی حکومت کا تیسرا تاجدار تھا، سریر آراے خلافت دمشق تھا، فتوحات اسلامیہ کا سیلاب مشرق مین ترکستان، کابل اور سندھ کو عبور کر چکا تھا اور مغرب مین افریقہ اور اسپین کی سرزمینون مین موجین لے رہا تھا، یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس سنہ مین امام پیدا ہوئے اُسکا تاجدار جس سرزمین کو تلوار سے فتح کر رہا تھا، امام کے قلم نے سب سے زیادہ وہین قبضہ حاصل کیا، یعنی طرابلس، ٹیونس، الجزائر، مراکش اور اسپین مین،

تعلیم و تربیت

مدینہ

امام نے ہوش سنبھالا تو اپنے کو علم کے آغوش مین پایا، خود گھرانہ گھر سے باہر تمام شہر علما و فضلا کا مخزن تھا، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سینکڑون صحابہ دور و دراز مقامات مین نکل گئے تھے، لیکن معدن سونا نکلنے کے بعد بھی معدن ہے، تمام اکابر صحابہ جو علوم شریعت کے امین اور قرآن و سنت کے خزینہ دار تھے، اسی شہر اقدس مین سکونت پذیر تھے، عہد نبوی مین اور عہد نبوی کے بعد بھی ۲۴ - ۲۵ برس تک تمام حکومت اسلامیہ کا یہ مرکز تھا، یہین سے احکام و فتاوی فقہاے صحابہ کی مجلس مین طے ہو کر تمام دُنیاے اسلام مین پھیلتے تھے؛

مدینہ کے فقہاے صحابہ

حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور حضرت عائشہ جو اسرار شریعت کے رازدان

تھے، حضرت عبداللہ بن عمر جن سے بڑھکر آنحضرت صلعم کے اعمال وسنن کا تبع اور واقفکار کوئی دوسرا نہ تھا، حضرت ابن عباس جو حبرالامۃ تھے، حضرتِ ابوہریرہ جن سے بڑھکر حدیث کا کوئی دوسرا راوی نہین ہے تھے، حضرتِ زید بن ثابت جو کاتبِ وحی تھے، اِن سب کی درسگاہین اِسی شہر مین آباد تھین جن سے ہزارون اشخاص وحی وسنت کے علوم کے وارث بنکر نکلے،

صحابہ مدینہ کے تلامذہ

بیتِ صدیق کی وارث اُنکی صاحبزادی عائشہ صدیقہ، عائشہ صدیقہ کے تلامذہ کبار اُنکے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابی بکر، اُنکے بھانجے عروہ بن زبیر تھے، مسندِ فاروق کے جانشین عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر تھے، حضرت ابن عمر کے شاگردانِ با اخلاص نافع اور عبداللہ بن دینار اونکے دو غلام، اور سالم بن عبداللہ اونکے فرزند رشید تھے، حضرت زید بن ثابت نے اپنی وراثت اپنے گھر مین چھوڑی یعنی اونکے بیٹے خارجہ بن زید اسکے مالک ہوئے، ابوہریرہ نے اپنی امانت اپنے داماد سعید بن مسیب کے سپرد کی، حبرالامۃ (عبداللہ بن عباس) نے گو اپنی دولت زیادہ تر مدینہ کے باہر مکہ، کوفہ اور بصرہ مین لٹائی، لیکن جو مدینہ مین رہی وہ سعید بن مسیب کے حصہ مین آئی،

تلامذۂ صحابہ جنکو اصطلاح مین تابعین کہتے ہین، تمام ملک مین پھیلے تھے لیکن ہمکو صرف مدینہ سے بحث ہے، اِن مین سب سے ممتاز ومشہور لوگون کا ذکر اوپر گذر چکا یعنی قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر نافع، عبداللہ بن دینار، سالم بن عبداللہ، خارجہ بن زید، سعید بن مسیب، انکے علاوہ مدینہ منورہ مین چند اور ممتاز مشاہیر تھے، مثلاً ہشام بن عروہ، محمد بن منکدر، عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، عامر بن عبداللہ، جعفر صادق، ربیعہ رائی، ابوسہیل نافع بن مالک،

تابعین مدینہ

سلیمان بن یسار، وغیرہ یہ وہ بزرگان اسلام ہین جن کے فضل وکمال کے آغوش مین اسلام کے علم دین نے نشو ونما پائی ہے،

فقہاے سبعہ

ان مین سے ابوبکر بن حارث (۹۴ھ) خارجہ بن زید (۹۹ھ) قاسم بن محمد (۱۰۱ھ) سعید بن مسیب (۱۰۱ھ) عبید اللہ بن عتبہ (۱۰۲ھ) سالم بن عبد اللہ (۱۰۶ھ) سلیمان بن یسار (۱۰۷ھ) مدینہ کے فقہائے سبعہ کہلاتے ہین صحابہ کے بعد تمام فتاوی، مسائل، اور مقدمات وقضایا، انھین کے فیصلہ سے طے پاتے تھے، انکی مجلس اجتماعی یعنے جہان یہ ساتون ملکر بیٹھتے تھے اُس عہد کی سب سے بڑی عدالت العالیہ تھی، فقہ مدینہ جس کا ذکر آگے آئیگا انھین فقہائے سبعہ کے علمی مجلسون کے نتائج بحث ہین،

شیوخ مالک

امام صاحب نے جب آنکھ کھولی تو مدینہ باغ وبہار تھا، باستثنائے چندیہ تمام بزرگوار درس وافتا مین مشغول تھے، امام نے اِن مین سے اکثر سے استفادہ کیا، اور اِسطرح مدینہ کا جو علم متفرق سینون مین پراگندہ تھا وہ اب صرف ایک سینہ مین مجتمع ہوگیا، اور اس لیے امامُ دارِ الھجرۃ آپکا لقب ہوا، امام کے شیوخ کی یون تعداد تو بہت ہے اسماء الرجال کی کتابون مین ہے کہ روی عن خلق کثیر یعنی انھون نے بہت سے لوگون سے روایتین کی ہین لیکن موطا مین جن شیوخ سے اونھون نے روایت کی ہے، شاہ ولی اللہ صاحب (مقدمہ مسوّی) کے قول کے مطابق ۱۰۔اشخاص اور میری تلاش کے مطابق ۹۔اشخاص کے سواوہ کل کے کل مدینہ کے باشندے ہین، اِس سے اور نیز اِس واقعہ سے کہ امام کا طلب علم کے لیے دوسرے شہرونکا سفر ثابت نہین، یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے طلب علم کے لیے کبھی مدینہ سے قدم باہر نہین نکالا اور

اسکا سبب ظاہر ہے کہ جس کا گھر اور وطن خود زر و جواہر کی کان ہو، اُسکو باہر دوسرون کے آگے ہاتھ پھیلانے کی حاجت کیا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ مدینہ خود مرکز تھا، تمام ملک کے اساتذہ اور شیوخ خود یہان کھنچ کھنچ کر چلے آتے تھے، سال مین ایک دفعہ (حج کے موقع پر) مدینہ کی زیارت کا شوق لوگونکو کشان کشان لے آتا تھا،

امام کے شیوخ
اعزہ

گھر مین امام کے دادا، چچا اور والد خود محدث تھے، امام نے طلب حدیث کی تو اپنے گھر کو آپ ان علوم کا مرجع پایا، امام کے دادا جو ثقات رواۃ مین ہین، امام کے ہوش تک زندہ تھے، امام کی عمر دس برس کی تھی جب اُنھون نے وفات پائی، لیکن شاید اپنے بچپن یا دادا کے بڑھاپے کی وجہ سے کہ محدثین اور عوام دونون کے نزدیک یہ دونون زمانے برابر ہین، اس فیض سے بلاواسطہ آپ نے تمتع حاصل نہین کیا، ابوسہیل نافع امام کے ایک چچا روایت

ابوسہیل نافع

وحدیث کے شیخ تھے (امام زہری وغیرہ کے استاد ہین، امام نے بھی ان سے حدیثین سیکھی ہین) آپ کے والد انس اور دوسرے چچا ربیع دونون اپنے باپ سے روایت کرتے ہین، لیکن انسے کوئی روایت امام نے موطا مین نہین نقل کی ہے،

امام نے غالبًا نہایت لڑکپن سے طلب علم شروع کی، کیونکہ خود امام کی زبانی مروی ہے،

کنت آتی نافعا وانا غلام حدیث السن ومعی غلام فینزل فیحدثنی،
(ذہبی ج ۱ ص ۱۸۸)

مین نافع کے پاس آتا تھا، تو ایک کمسن لڑکا تھا، میرے ساتھ ایک غلام ہوتا تھا، نافع اتر کر آتے تھے تو مجھ سے حدیث بیان کرتے تھے،

اسوقت تک تعلیم کا نصاب نہایت سادہ تھا، یعنی قرآن مجید، حدیث اور فقہ،

امام نے قرآن مجید کی قرارت وسند، مدینہ کے امام القراء ابورویم نافع بن عبد الرحمن المتوفی ۱۶۹ھ سے حاصل کی[1]، جنکی قرأت پر آج تمام دُنیائے اسلام کی بنیاد ہی، نافع بن عبدالرحمن سے اخذ قرأت کی روایت خود امام صاحب کی زبانی منقول ہی لیکن زمانہ نہین مذکور، اس بنا پر کہ قرآن مجید کی تعلیم ہمیشہ مسلمانون مین لڑکپن مین ہوتی ہے، عجب نہین کہ اُسکا یہی زمانہ ہو،

علم الحدیث

علم حدیث کی تعلیم بھی بچپن ہی سے شروع ہوئی، جیسا گذشتہ روایت سے ثابت ہوتا ہے، اور نیز اوس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام کے سب سے پہلے شیخ الحدیث حضرت نافع ہین یا ممکن ہے کہ آپ کے چچا ابوسہیل ہون کہ وہ خود گھر کے اندر تھے، لیکن یہ قیاس ہی کہین کوئی اس کی تصریح نہین،

نافع

نافع حضرت عبداللہ بن عمر کے جنکی جلالت شان ظاہر ہے، آزاد کردہ غلام تھے، اسلام کی روایات مین غلام کا وہ مفہوم نہین جو یورپ کی ڈکشنری مین تمکو نظر آتا ہے، یورپ مین غلام مظلومیت، بیکسی، ذلت، خواری، اور جہالت کا مجموعہ ہے، لیکن اسلام مین عزت، احسان، وفا، تربیت، علم اور جانشینیِ آقا کو کہتے ہین، حضرت ابن عباس کا غلام عکرمہ وہ ہے جس پر علم تفسیر کا مدار ہے، اور یہ حضرت ابن عمر کے غلام نافع ہین، جو حدیث و درایت کے استاد و شیخ تھے،

نافع نے کامل ۳۰ برس حضرت ابن عمر کی خدمت کی ہے، حضرت ابن عمر کے علاوہ اور متعدد صحابہ حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ابوہریرہ حضرت ابوسعید خدری وغیرہم سے

[1] ابن خلکان ترجمۂ مالک و نافع بن عبدالرحمن،

روایت کی ہے، امام اوزاعی، امام زہری، ایوب سختیانی، ابن جریج، امام مالک جیسے ائمۃ الحدیث اِن سے شرف تلمذ رکھتے ہین، نافع کی جلالت قدر کا اس سے اندازہ ہوگا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے جو خود ایک مجتہد و ناقد فن تھے، نافع کو اہل مصر کی تعلیم کے لیے بھیجا تھا،
سـ۱۱۷ـہ مین نافع نے وفات پائی،

نافع جب تک زندہ رہے امام مالک اُن کے حلقۂ درس مین موجود رہے، مجلس مین ہوتے تو اون سے پوچھتے کہ "اِن مسائل مین حضرت ابن عمر نے کیا فرمایا ہے" نافع اُن کے اقوال بیان کرتے تھے[1]، شاگرد کو اُستاد کے علم و فضل پر اتنا غرور تھا، کہ فرماتے ہین کہ "جب مین ابن عمر کی حدیث نافع کی زبان سے سُن لیتا ہون تو پھر اسکی پرواہ نہین کرتا کہ کسی اور سے بھی اسکی تائید سنون" شاگرد و استاد کے شرف و قبول کی دلیل اِس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ روایت مالک عن نافع عن ابن عمر کو دُنیا سلسلۃ الذہب یعنی "طلائی زنجیر" کہکر پکارتی ہے،

زہری — نافع کے علاوہ امام نے مدینہ کے دیگر شیوخ کبار سے بھی حدیث سیکھی، جن مین ممتاز لوگ یہ ہین محمد بن شہاب الزہری، جعفر صادق بن محمد، محمد بن منکدر، محمد بن یحییٰ الانصاری، ابوحازم یحییٰ بن سعید،

زہری — محمد بن شہاب الزہری ان کا نام اصل مین محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب الزہری القرشی ہے، لیکن مشہور صرف ابن شہاب زہری کے نام سے ہین، صحابہ کے بعد تابعین مین جو لوگ روایت و حدیث کے ساطین ہین اُنین امام زہری کا رتبہ حضرت

[1] طبقات ابن سعد جز تابعین مدینہ ترجمۂ مالک،

سعید بن مسیب کے سوا سب سے بلند ہی، صحاح ستہ جو اسلام کا کارنامۂ فخر ہے، ابن شہاب زہری
کی روایات سے مالامال ہے، ابوبکر بن حزم کے بعد علم حدیث کے یہ دوسرے مدوِن ہین،
صحابۂ کرام مین سے حضرت انس وجابر وابن عمر وسہل بن سعد وغیرہم متعدد صحابہ کے دیدار کا
اور اون سے روایت کا اونکو شرف حاصل تھا، فقہائے سبعہ اور دیگر شیوخ مدینہ کے سینون مین جو
علم منتشر وپراگندہ تھا امام زہری پہلے شخص ہین جنھون نے اسکو اپنے سینہ اور سفینہ کے اوراق
مین مجتمع کیا، اور یہی علم امام زہری کے بعد امام مالک کے سینہ مین منتقل ہوا، امام مالک کی
زبانی مروی ہے کہ "ابن شہاب زہری جب مدینہ آتے تو ہم طلبائے علم کا اُنکے دروازہ پر
ازدحام ہو جاتا،، امام زہری نے مدینہ چھوڑ کر شام مین سکونت اختیار کر لی تھی، لیکن امام
مالک کو یہ بُعد گوارا نہ تھا، ایک بار شاگردونے اُستاد سے شکایت کی کہ "مدینہ مین رہکر آپ نے
طلب علم کی اور جب کامل ہوگئے تو مدینہ چھوڑ کر ادام (واقع شام) جاکر آپ بسگئے" اُستاد نے
جواب دیا "مدینہ کے آدمی جب آدمی تھے، تو مین مدینہ مین رہا اور جب بدل گئی تو مین بھی نکلگیا"[۱]
امام لیث مصری اعتراف کرتے تھے کہ "زہری سے بڑھکر جامع علم کوئی دوسرا نہین"،
خود امام زہری کا بیان ہے کہ "جو چیز مین نے اپنے دل کو سپرد کی وہ کبھی گم نہ ہوئی"، ناقدین
حدیث کہتے ہین کہ امام زہری سے بڑھکر متن وسند کا کوئی حافظ نہ تھا، امام مالک کے علاوہ
امام لیث مصری، امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی، عطار بن ابی رباح (شیخ زہری) عمرو بن دینار،
سفیان بن عیینہ ابن جریج اور اس طبقہ کے عام محدثین امام زہری کے شاگرد تھے، لیکن

---

[۱] جامع بیان العلم ابن عبد البر ص ۲۲۴،

ان سب مین سب سے زیادہ جسنے اونکے نام کو روشن کیا وہ امام مالک تھے، حضرت ابن حنبل سے
زیادہ رجال کا ناقد اور کون ہو سکتا ہے، ایک دن اُن سے اُنکے بیٹے نے پوچھا کہ زہری کے
شاگردون مین سب سے زیادہ وثوق کے قابل کون ہے" تو امام ابن حنبل نے جوابدیا کہ "مالک سب مین
سب سے بڑھکر ہین" اُس زمانہ کی انصاف پسندی دیکھو کہ امام زہری نے باین ہمہ علم وفضل
خود اپنے شاگرد (مالک) سے بھی استفادہ مین عار نہین کیا ہے، اور بعض شیوخ مین اُستاد و
شاگرد دونون مشترک ہین، امام زہری نے ۱۲۴ھ مین وفات پائی،

جعفر صادق

جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن ابی طالب معروف بہ امام جعفر صادق، اپنے
پدر بزرگوار امام باقر، اور عروہ بن زبیر، عطار اور محمد بن منکدر سے روایت حدیث کی، امام
ابو حنیفہ، امام مالک، سفیان بن عُیینہ، سفیان ثوری، شعبہ، ابو عاصم، یحیٰ انصاری، آپ کے
تلامذہ مین، ابو حاتم جو ناقدین رجال مین ہین فرماتے ہین کہ "امام جعفر صادق جیسے بزرگون کی
نسبت یہ پوچھنا کہ وہ کیسے تھے انکی کسر شان ہے"! ابن حبان کا قول ہے "امام سادات اہل بیت
عُبّاد تبع تابعین اور علماے مدینہ مین سے تھے"یحیٰ بن معین نے انکو "موثوق و مامون" کہا ہے،
امام موصوف کبھی کبھی اپنے شاگردون کا امتحان بھی لیا کرتے تھے، ایک بار ابو حنیفہ سے پوچھا
کہ اگر بحالت احرام کوئی ہرن کے رباعیہ (چار اگلے بڑے دانت) توڑ دے تو کیا لازم آئے گا،
امام ابو حنیفہ نے عرض کیا کہ "اے فرزند رسول اللہ! مجھے نہین معلوم"، امام جعفر نے فرمایا،
"ابو حنیفہ! تم بڑے عقلمند بنتے ہو، یہ نہین جانتے کہ ہرن کے رباعیہ نہین ہوتا ہمیشہ ثنی (دو بڑے دانت) ہوتا ہے"

[۱] ابن خلکان ترجمۂ جعفر صادق،

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال مین مصعب بن عبداللہ سے دو روایتین نقل کی ہین،
کہ امام مالک نے بنی امیہ کے عہد حکومت تک امام جعفر سے روایت نہین کی جب عباسیونکا
زمانہ آیا تو اون سے روایت شروع کی، ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو لیکن جس خوف سے عہد اموی مین
وہ اُن سے احتراز کرسکتے تھے وہ خوف تو عباسیون کے عہد مین بھی موجود تھا، پھر یہ سیاسی خوف
صرف امام مالک ہی کو کیون ہوتا اس جرم کے مجرم تو اور بھی تھے، اور سب سے اخیر یہ کہ اگر انکو
اسکا ڈر تھا تو اسی عہد اُموی مین اونکے سامنے زانوے تلمذ تہ کرتے کیون نہ ڈرے، دوسری
روایت یہ ہے کہ امام مالک، امام جعفر کے ساتھ جب تک تائیداً دوسرے راوی کو نہین ملا لیتے،
تنہا اُن سے روایت حدیث نہین کرتے، یعنی امام مالک امام جعفر کو ضعیف فی الراویہ سمجھتے ہین،
یہ روایت قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے، موطا خود ہمارے سامنے موجود ہی اکثر روایتین تنہا امام
جعفر سے بغیر ضم راوی آخر موجود ہین، تعجب ہی کہ علامۂ ذہبی نے اسپر کوئی تنقید نہین کی،

۱۴۸ھ امام جعفر کا سال وفات ہی، بعض روایات مین ہے کہ حضرت جعفر صادق نے
وفات کے وقت امام مالک کو اپنا جانشین بنایا، لیکن ثقات مورخین کے ہان مجکو یہ روایت
نہین ملی،

محمد بن منکدر

محمد بن المنکدر المدنی کبار تابعین مین ہین، اپنے باپ منکدر بن عبداللہ اور حضرت
عائشہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوایوب اور حضرت ابوہریرہ وغیرہم
صحابۂ عظام سے روایت کرتے ہین، امام زہری، امام ابوحنیفہ، امام مالک، شعبہ، سفیان

---

[1] مناقب امام مالک عیسی الزراوی ص ۱۰ مصر، ذیل تزئین۔

بن عیینہ، سفیان ثوری، اور دیگر ائمۂ حدیث کے شیخ الروایات ہین، ابن عیینہ کا قول ہے کہ محمد بن منکدر صدق و راستی کے معدن تھے"، صلحائے مدینہ کا انکے پاس مجمع رہتا تھا، ۱۳۱ھ مین وفات پائی،

محمد بن یحیٰی

محمد بن یحیٰی انصاری، بلند پایہ تابعی تھے، اپنے باپ یحیٰی بن حبان اور اپنے چچا واسع بن حبان کے علاوہ، کبار صحابہ مین سے حضرت ابن عمر، حضرت انس، رافع بن خدیج وغیرہم سے روایت کرتے ہین، امام لیث، ابن اسحاق کو ان سے تلمذ ہے، مسجد نبوی مین درس دیتے تھے اور انکا ایک مستقل حلقہ ہوتا تھا، مدینہ مین فتویٰ بھی دیتے تھے، نسائی، ابن معین، ابو حاتم نے انکی توثیق کی ہے، ۱۲۱ھ مین ۷۴ برس کے سن مین وفات پائی،

ابو حازم

ابو حازم سلمہ بن دینار، صحابہ مین سے سہل بن سعد سے جو مدینہ کے آخری صحابی تھے، اور جنھون نے ۹۱ھ مین ۱۰۰ برس کی عمر مین وفات پائی، لقا و روایت کا شرف حاصل ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص اور ابن عمر سے بھی روایت کرتے ہین، لیکن سماع ثابت نہین، تابعین مین سے محمد بن منکدر، سعید بن مسیب، ام الدرداء الصغریٰ، ابو ادریس خولانی سے تلمذ ہے، امام زہری گو عمر و فضل دونون مین ان سے بڑے تھے تاہم ان سے حدیث سیکھتے تھے، امام مالک، ابن عیینہ، ثوری، حماد وغیرہم ان کے شاگرد تھے،

محدثین مین یہ ثقہ اور کثیر الحدیث مشہور ہین، کبھی کبھی مسجد نبوی مین وعظ بھی کہا کرتے تھے، ان کے حلقۂ درس مین نہایت کثرت سے لوگ بیٹھتے تھے، کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ دیر مین آنے والونکو جگہ ملنی مشکل ہوتی تھی، ایک ایسے ہی موقع پر امام مالک پہونچے، جگہ بھر چکی تھی،

بیٹھنے کی جگہ نہ تھی، امام صاحب واپس چلے آئے، لوگون نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ "مین نے پسند نہ کیا کہ مین حدیث نبوی کھڑے کھڑے سیکھون[1]"، امام کا مقصد اِس سے یہ تھا کہ بے اطمینانی اور بُعد کے سبب صحتِ سماع مشکل تھی،

ابو حازم نے ۱۴۰ھ کے بعد انتقال کیا،

یحیی بن سعید

ابوسعید یحییٰ بن سعید الانصاری، حضرت انس، عدی بن ثابت، علی زین العابدین بن حسین سے تلمذ ہی، امام مالک شعبہ، ثوری، ابن عُیینہ حماد بن زید، حماد بن سلمہ الیث وغیرہم نے ان سے روایت کی ہی، مدینہ کے عہدۂ قضا پر مامور تھے، ابن مدینی کی تحقیق ہے کہ ان کی روایت سے ۳۰۰ حدیثین ہین، ابن سعد نے اِن کی نسبت لکھا ہی ثقة کثیر الحدیث حجة ثبت سفیان ثوری و سفیان بن عینیہ نے انکو "حفّاظ" مین شمار کیا ہے، امام احمد فرماتے ہین سعید اثبت الناس، ۱۴۳ھ سال وفات ہی،

شیوخ کی تعداد

دیگر شیوخ مدینہ اور بعض شیوخ مکۂ و بصرۂ و خراسان و جزیرہ سے بھی امام مالک نے روایت کی ہی، موطا مین جن شیوخ سے روایت ہی اُنکی مجموعی تعداد شاہ ولی اللہ صاحب نے مسوی کے مقدمہ من ۵، بتائی ہی لیکن اسعاف المبطا برجال الموطا کے تصفح سے میری کی تلاش و تحقیق کے مطابق انکے شیوخ موطا کی تعداد ۹۴ ہے، جن کے نام بہ ترتیب ہجا، ذکر و ظن ہم ذیل مین لکھتے ہین، لیکن یہ تعداد موطا کی ۱۷۲۰، احادیث و آثار کی ہی، ورنہ اصل مین امام مالک کی احادیث صحیحہ و غیر صحیحہ کی تعداد دس ہزار تھی، تنقید و بحث کے بعد تقریبًا ۰۰۰ ۸ خارج کر دی گیین، اگر

---

[1] کتاب العلل ترمذی،

موجودہ ۲۰، صحیح روایات کی، ۹ شیوخ کے ساتھ نسبت پیش نظر رکھکر دس ہزار روایات کی مناسبت سے شیوخ کی تلاش کی جاوے تو موجودہ تعداد بہت زیادہ بڑھجائیگی، امام مسلم نے امام مالک کے شیوخ کے حال مین ایک مستقل کتاب لکھی تھی، لیکن اَب وہ کہان ملتی ہی؟

شیوخ بہ ترتیب ہجاء

الف

ابراہیم بن ابی عبلہ مقدسی، ابراہیم بن عقبہ الاسدی المدنی، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ اسماعیل بن ابی حکیم المدنی، اسماعیل بن محمد بن سعد المدنی، ایوب بن تیمہ سختیانی بصری، ایوب بن حبیبہ المدنی،

ب

بکیر بن الاشج المدنی

ث

ثور بن زید المدنی،

ج

جعفر بن محمد بن علی الہاشمی المدنی، جمیل بن عبدالرحمان المدنی،

ح

حمید بن ابی حمید الطویل البصری، حمید بن قیس الاعراج المکی،

خ

خبیب بن عبدالرحمان المدنی،

د

داؤد بن حصین الاموی المدنی،

ر

ربیعہ بن عبدالرحمان الرائی المدنی،

ز

زیاد بن سعد الخراسانی، زید بن اسلم المدنی، زید بن ابی اُنیسہ الجزری، زید بن رباح المدنی،

س

سالم بن ابی امیہ المدنی، سعید بن اسحاق القضاعی المدنی، سعید بن ابی سعید کیسان المدنی، سلمہ بن دینار ابوحازم المدنی، سلمہ بن صفوان الانصاری المدنی، سمّی المخزومی المدنی سہیل بن ابی صالح ذکوان المدنی،

ش

شریک بن عبداللہ المدنی،

ص

صالح بن کیسان المدنی، صفوان بن سلیم المدنی، صیفی بن زیاد الانصاری المدنی

ض

ضمرہ بن سعید الانصاری المدنی،

ط

طلحہ بن عبداللہ الخزاعی،

ع

عامر بن عبداللہ الزبیر المدنی، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم المدنی، عبداللہ دینار المدنی،
عبداللہ بن ذکوان ابوالزناد المدنی، عبداللہ بن عبداللہ بن جابر المدنی، عبداللہ بن عبدالرحمن
ابوطوالہ المدنی، عبداللہ بن فضل بن عباس المدنی، عبداللہ بن یزید المخزمی المدنی، عبدربہ
بن سعید الانصاری المدنی، عبدالرحمان بن خرملہ المدنی، عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی صعصعہ
المدنی، عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق المدنی، عبدالکریم بن مالک الجزری،
عبدالمجید بن سہیل بن عبدالرحمان بن عوف المدنی، عبیداللہ بن سلیمان، عبیداللہ بن
عبدالرحمان، عطاء بن ابی مسلم الخراسانی، علقمہ بن ابی علقمہ بلال المدنی، عمارۃ بن عبداللہ
الانصاری، عمر بن حارث ابوامیۃ المدنی، عمرو بن ابی عمر میسرۃ المدنی، عمرو بن یحیٰی اللاذقی المدنی،
العلاء بن عبدالرحمان الحرقی المدنی،

ف

فضیل بن ابی عبداللہ المدنی،

ق

قطن بن وہب المدنی

م

مالک بن ابی عامر الاصبحی المدنی، محمد بن ابی امامہ سہیل بن حنیف الانصاری المدنی، محمد بن ابی بکر عوف الحجازی، محمد بن ابی حزم الانصاری المدنی، محمد بن عبداللہ بن صعصعہ المدنی، محمد بن عبدالرحمان بن نوفل الاسدی المدنی، محمد بن عمارہ بن عمرو الانصاری المدنی، محمد بن عمرو بن حلحلۃ الدیلی المدنی، محمد بن عمرو بن علقمہ اللیثی المدنی، محمد بن مسلم ابو الزبیر المکی، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری المدنی، محمد بن المنکدر المدنی، محمد بن یحییٰ بن حبان الانصاری المدنی، مخرمہ بن سلیمان الاسدی المدنی، مخرمہ بن بکیر الاشج المدنی، مسلم بن ابی مریم المدنی، مسور بن رفاعہ القرظی المدنی، موسیٰ بن ابی تمیم المدنی، موسیٰ بن عقبۃ المدنی، موسیٰ بن میسرۃ المدنی،

ن

نافع بن مالک ابو سہیل الاصبحی المدنی، نافع مولی ابن عمر المدنی، نعیم بن عبداللہ المجمر المدنی،

ہ

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص المدنی، ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام المدنی، ہلال بن اسامۃ المدنی،

و

ولید بن عبداللہ بن صیاد المدنی، وہب بن کیسان القرشی المدنی،

ی

یحییٰ بن سعید بن قیس الانصاری المدنی، یزید بن رومان الاسدی المدنی، یزید بن زیاد المدنی، یزید بن عبداللہ بن اسامہ اللیثی المدنی، یزید بن عبداللہ بن خصیفۃ الکندی المدنی،

یزید بن عبداللہ بن بسیط اللیثی المدنی، یونس بن یوسف المدنی،

باب الکنی

ابوبکر بن عمر بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب المدنی، ابوبکر بن نافع مولی عبداللہ بن الخطاب المدنی، ابولیلی بن عبدالرحمن المدنی،

غیر مدنی شیوخ

اگر اس طویل فہرست کو آپنے بغور پڑھا ہی تو ان ناموں مین بعض غیر مدنی شیوخ کے بھی نام آپکو ملے ہونگے، شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک وہ ۶ شخص ہین، جیسا کہ مقدمۂ مسوّی مین اُنھون نے لکھا ہی، لیکن درحقیقت ۹ شخص ہین، ایک شام کے ابراہیم بن ابی عبلہ مقدسی دو مکہ شریفہ کے محمد بن مسلم ابوالزبیر المکی، اور حمید بن قیس الاعراج المکی، دو خراسان کے عطا بن ابی مسلم الخراسانی، اور زیادہ بن سعد الخراسانی، دو جزیرہ کے عبدالکریم بن مالک الجزری، اور زید بن انیسۃ الجزری، اور دو بصرہ کے ایوب سختیانی بصری اور حمید بن ابی حمید الطویل البصری، امام نے اِن ممالک کا کبھی سفر نہین کیا، اسلیے ان بزرگون سی اخذ و استفادہ کا موقع مدینہ ہی مین ملا ہوگا، کیونکہ زیارت و تشرف کی غرض سے اکثر بزرگان علم کا سال مین ایک بار اور احیاناً کئی کئی بار مدینہ مین گذر ہوتا تھا،

علم الفقہ

یہان تک امام کے شیوخ حدیث کی تفصیل تھی، ایک شیخ حدیث یا محدث کے فرائض، احادیث کے جمع و روایت، روایات کی تصحیح و تضعیف، اتصال و انقطاع، رفع و ارسال، رجال کی توثیق و تضعیف وغیرہ مباحث من حیث الروایۃ تک محدود ہین، اسکے بعد ایک فقیہ کے حدود حکومت کی ابتدا ہوتی ہے، احادیث کا تضاد و تطابق، نسخ و تطبیق، اور ان سے احکام کا

استنباط وتفریع، اُنکے فرض وسُنت واستحباب کی تقسیم، غیر مصرّح بالنص احکام کا قیاس صحیح ایک فقیہہ کے فرائض وخدمات ہین،

اس تقریر سے یہ ظاہر ہوا ہوگا، کہ فقیہ کا درجہ محدث سے کتنا بلند ہی، اور یہ بھی ثابت ہوا ہوگا کہ ہر فقیہ کے لیے محدث ہونا ضروری ہی، کہ اگر وہ نفس حدیث کی صحت وضعف، رفع وارسال، اتصال وانقطاع اور رجال کی ثقاہت وعدل وقوت، اور دیگر اسباب جرح وتعدیل سے ناواقف ہی، تو وہ استنباط وتفریع وتطبیق ونسخ، ودیگر احکام معنوی کی بنیاد کس سطح پر قائم کریگا؟ اس بنا پر یہ نہایت آسانی سے سمجھ مین آسکتا ہی کہ کسی غیر محدّث فقیہ کا تخیل کس درجہ مضحکہ انگیز ہے!

شیخ الفقہ ربیعۃ الرای

امام مالک نے فقہ کی تعلیم گو نافع وغیرہ دیگر شیوخ سے بھی پائی، لیکن اس کی تحصیل ابوعثمان ربیعہ الرائی سے خاص طورسے کی، ربیعہ مدینہ کے کبار تابعین مین تھے، حضرتِ انس وغیرہ صحابہ کے دامن تربیت مین تعلیم پائی تھی، امام مالک، یحیی الانصاری، شعبہ، اوزاعی، لیث وغیرہم جو اس طبقہ کے اکابر رجال واعیانِ علم ہین، ان کے شاگرد ہین، ربیعہ کے ساتھ امام مالک کا اختصاص اِس درجہ تھا کہ تاریخ ورجال مین ''شیخ مالک'' اُن کے نام کا جز ہوگیا ہی، اجتہاد واستنباط وتفریع درائے مین اسقدر معروف وممتاز تھے، کہ ''رائی'' اُن کا لقب ہوگیا، امام ابن حنبل اُنکو ''ثقہ'' کہتے ہین، ابن شیبہ کا قول ہی کہ ''وہ ثقہ ثبت اور مدینہ کے مفتیون مین سے ایک تھے''، خطیب نے لکھا ہی کان فقیھا عالما حافظا للفقہ والحدیث یعنی ''وہ فقیہہ، عالم اور فقہ وحدیث دونون کے حافظ تھے''،

ربیعہ رائی خاص مسجد نبوی مین درس دیتے تھے، امام مالک، حسن بصری، شعبہ،

اوزاعی، لیث مصری، یحیی انصاری جیسے علماے افاضل حلقۂ درس مین شریک ہوتے تھے، قرن اول کا مدینہ جو سینکڑون محدثین وفقہا کا مخزن تھا، اُس مین فتوی دینا ایک خاص لیاقت وقابلیت کا کام تھا، ربیعہ رائی اِس خاص لیاقت وقابلیت کے ساتھ متصف تھے، اور من جملہ اُن اکابر فقہاے محدثین کے تھے جن کو مدینۃ الرسول کے مفتی ہونے کی سعادت حاصل تھی، سفاح جو دولت عباسیہ کا پہلا فرمانروا تھا، جب اُسنے عہدہ داران حکومت کا انتخاب کرنا چاہا تو قاضی دار الخلافہ کا عہدہ انھین کو سپرد کیا، حکومت عباسیہ کا پہلا پایۂ تخت انبار تھا، یہین ۱۳۶ھ مین اونھون نے وفات پائی،

ربیعہ رائی کے مسائل واجتہادات لوگون مین نہایت مقبول اور پسندیدہ تھے، امام مالک جو اَب ایک مستقل مجلس درس کے مالک تھے، ایک بار اپنی مجلس درس مین ربیعہ رائی کی احادیث واجتہادات کا ذکر فرما رہے تھے، لوگون کو اتنی دلچسپی ہوئی کہ امام صاحب جب کہکر خاموش ہوئے تو عرض کی کہ کچھ اور اُن کے اجتہادات واحادیث بیان فرمائے، امام نے کچھ اور بیان کیا، لوگون کی تشنگی اَب بھی کم نہوئی، خواہش کی کہ کچھ اوران کے مسائل بیان فرمائے، امام نے فرمایا کہ تم ربیعہ رائی کو کیا کروگے، دیکھو وہان سوتے ہین، لوگونکو تسلی نہوئی، اور وہان پہونچے، امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ جب سے ربیعہ نے انتقال کیا، فقہ کا مزہ جاتا رہا،

ان کی زندگی کا ایک عجیب واقعہ ہے، یہ ابھی حمل مین تھے کہ ان کے باپ فرّوخ خراسان کی جنگ مین سپاہی بنکر گئے، اور بیوی کو ۳۰ ہزار دینار سپرد کر گئے، وہان سے

۲۷ برس کے بعد انکو لوٹنا نصیب ہوا، اس اثنا مین ربیعہ جوان ہو کر صاحب کمال ہو چکے
تھے، مسجد نبوی مین اُنکی مجلس درس منعقد ہوتی تھی، مان نے تمام دولت بیٹے کی تعلیم پر صرف
کردی تھی، فرخ گھر پہونچے تو اپنا گھر سمجھکر بلا تردد گھر کے اندر قدم رکھا، ربیعہ نے دیکھا کہ ایک غیر شخص
اِس بیباکی سے اندر گھُسا چلا آتا ہے، ڈانٹا کہ خبردار جو اندر قدم رکھا، فرخ نے جب ایک اجنبی مرد کو
گھر کے اندر پایا تو وہ غصہ سے بیتاب ہو گئے، باپ بیٹے دونون نے آستینین چڑہالین محلہ والون
مین شور ہو گیا، امام مالک کو خبر ہوئی تو وہ دوڑے آئے، لوگون نے امام مالک کو دیکھا تو
خاموش ہو گئے، امام مالک نے فرمایا "بڑے میان! اور بھی مکانات مین وہان چلکر ٹھہرو"
فرخ نے کہا "یہ میرا مکان ہی اور میرا نام فرخ ہے" بیوی نے نام سنا تو آواز پہچانی، باہر نکل آئی،
اور باپ بیٹے دونون کو گلے ملایا،

جب سکون ہوا تو فرخ نے بیوی سے روپیہ کا حساب پوچھا، بیوی نے جواب دیا کہ بحفاظت
دفن کردیا ہی، فرخ جب مسجد نبوی مین نماز پڑھنے گئے تو بیٹے کو فضل و کمال کی مسند پر متمکن دیکھا
شادان و فرحان گھر آئے، اور بیوی سے ذکر کیا، بیوی نے کہا کہ "تمکو اپنے بیٹے کی یہ جاہ و منزلت
عزیز ہے یا وہ ۳۰ ہزار دینار" فرخ نے کہا "اپنے بیٹے کی یہ جاہ و منزلت عزیز ہی" بیوی نے جواب دیا کہ
اُسی خاک مین مین نے وہ خزانہ دفن کیا ہی[1]،

امام مالک کے شیوخ و اساتذہ کی یہ تعداد اُس زمانہ کی کثرت شیوخ کے مذاق کے لحاظ سی
نہایت کم ہی، اور عجب نہین کہ اسپر اُن لوگونکو تعجب آئے، جو تعداد کو افضلیت کا میار جانتے ہین

[1] ربیعہ کے یہ تمام حالات ابن خلکان و اسعاف المبطا ترجمہ ربیعہ سے ماخوذ ہین،

لیکن درحقیقت اِس مین بھی امام مالک کے لیے ایک مزیت خاص مضمر ہے،

صحابہ کے بعد تابعین کا دور شروع ہوا، یہ دورِ ثانی یا قرنِ ثانی گو عمومیت اور اکثریت کے لحاظ سے خیر و برکت کا عہد اور صدق و طہارت کا وقت تھا، تاہم زمانہ کا کوئی دور کبھی ایسا نہین گذرا اور نہ گذر سکتا ہے، جب مجمع انسانی غیر سعادتمندانہ عنصر کے شائبہ سے بالکل خالی ہو، زمانہ کے خیر یا شر ہونے کا فیصلہ صرف نسبتہً ہو سکتا ہے، صحابہ کا قرنِ اوّل اپنے ماقبل و مابعد کی نسبت سے خیر القرون تھا، تاہم وہ ماعز اور زن مخزومیہ و امثالہا کے وجود سے خالی نہ تھا، گو یہ ہستیان بھی قرون مابعد کے اخیار و ابرار سے شرف محبت، قوت ایمان، اعترافِ قصور، و خشیتہ الٰہی اور توبۂ و ندامت مین بدرجہا بہتر تھین، عفی اللہ عنہم،

امام مالک انتخاب

صحابہ کے بعد تابعین کا زمانہ بھی اپنے مابعد کے لحاظ سے برکات کا مجمع اور کمالات کا منبع تھا، تاہم مادی آبادی مین طوائف انسانی کے جو اقسام ہین اُن سے یکسر پاک نہ تھا، بیسیون آدمی قصداً جھوٹ بولتے تھے بیسیون آدمی اپنی غایت نہرو سادہ دلی سے ہر بولنے والے کو سچا سمجھ کر بلا تامل اوسکی بات نقل کرتے تھے اور اسطرح نادانستہ کذب بیانی مین مبتلا ہو جاتے تھے سینکڑون غیر فقیہ راوی ایسے تھے جو اپنی روایات کا خود محمل مفہوم نہین سمجھتے تھے کچھ ایسے تھے جو عدم ممارست فن کے سبب سے جید و ردی مین تمیز نہین کر سکتے تھے، لیکن چونکہ اُس زمانہ کی آب و ہوا مین روایت حدیث اور اشاعت قول نبوی کا مذاق پھیلا تھا اور یہی اُسوقت عز و شرف کا ذریعہ تھا اس لیے اہل فضل و مستحقینِ علم کے پہلو بہ پہلو نا اہل اور غیر مستحقین بھی اپنی مسند بچھاتے پھرتے تھے، باہر کے ناواقف آفاقی جن مین زیادہ تر عراقی تھے، ہر سپید کو سیم خالص سمجھ کر ہر ڈھیر سے بلا تمیز ایک خروارہ اُٹھاتے پھرتے تھے، اور اس بارگران کے ساتھ جب گھر لوٹتے

تھے، تو اپنے کو سب سے بڑے ڈھیر کا مالک سمجھکر خوش ہوتے تھے،

امام مالک کا مدینہ وطن تھا، بچپن سے علما مین تربیت پائی، ایک ایک صاحب حدیث سے برسون کی ملاقاتین رہین، ہر ایک سرمایہ دار کی جنس متاع کے ایک ایک ذرہ سے واقف تھے، اور درحقیقت یہ غیر ممکن ہے کہ غیر مستحقین کی نااہلیت خود اپنے ارباب وطن سے مخفی رہی،

خصوصیات شیوخ امام

امام مالک نے صرف اُنھین اساتذہ فن سے اخذ کیا: جو اہلیت و استحقاق کے مسند نشین تھے، اور صرف اُن شیوخ کے حلقۂ درس مین بیٹھے، جو صدق و طہارت مین معروف اور حفظ و فقہ مین ممتاز تھے، امام ممدوح، ہمیشہ تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ مین کبھی کسی غیر فقیہہ (سفیہہ) کی مجلس مین نہین بیٹھا، امام ابن حنبل فرماتے ہین کہ "یہ مخصوص نعمت تھی جو صرف حضرت امام مالک کے حصہ مین آئی"، امام صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "اِس صحن مسجد (نبوی) مین اِن ستونون کے پاس مین نے ستر شیوخ کو پایا جو قال رسول اللہ کہا کرتے تھے، لیکن اِن مین سی ایک کے پاس بھی مین نہین بیٹھا"، کبھی فرماتے "مدینہ مین بیسیون اشخاص تھے، جن سے لوگ حدیث سیکھتے تھے، لیکن مین نے کبھی اِن سے اخذ علم نہین کیا، یہ چند قسم کے لوگ تھے، بعض نادانستہ جھوٹ بولتے تھے، بعض مغز سخن سے ناواقف تھے، بعض پورے جاہل تھے،

ابن وہب جو امام صاحب کے نامور شاگرد ہین، ذکر کرتے ہین کہ امام صاحب نے فرمایا کہ "مدینہ مین ایسے کتنے مقدس لوگ تھے کہ اگر بارش کی دعا مانگی جاتی تو انکی برکت سے آسمان سے پانی برس پڑتا، اور بہت سے احادیث و مسائل کی اُنکو سماعت بھی حاصل تھی لیکن مین نے اُن سے استفادہ نہین کیا، کیونکہ وہ صرف متقی و زاہد تھے، اور یہ حدیث و روایت اور فتوی کا کام صرف

زہد واتقا اور سادگی سے نہین چل سکتا، اسکے لیے تقاو پرہیزگاری کے ساتھ علم وفہم اور پختگی کی حاجت ہے، وہ یہ جانتا ہو کہ اُس کے منھ سے کیا نکل رہا ہی، اور کل قیامت کے دن یہ معاملہ کہانتک پہونچے گا جس زہد کیسا، پختگی اور دانائی نہو وہ اس راہ مین مفید نہین اور نہ وہ حجت ہی، اور نہ ایسون سے اخذ علم کرنا چاہیے،،

امام مالک کے بھانجے اسماعیل ابن ابی اویس روایت کرتے ہین کہ مین نے اپنے ماموں مالک کو کہتے سُنا ہے کہ "یہ علم حدیث، دین ہے، ذرا دیکھ لو کہ کس سے حاصل کرتے ہو، مین نے اِن ستونون کے پاس ستر آدمیون کو قال رسول اللہ کہتے سُنا، لیکن مین نے اُن سے ایک حرف نہین سیکھا، حالانکہ اُن مین سے ہر شخص اِس لائق تھا کہ اگر ایک خزانہ بھی ان کے سپرد کر دیا جاتا تو اُنکی ایمانداری اور دیانت کے شیشہ مین بال نہ آتا، لیکن وہ اِس فن کے آدمی نہ تھے،،

مطرف بن عبداللہ کہتے ہین کہ مین نے امام کی زبان سے اُن کا قول سُنا ہی کہ وہ فرماتے تھے کہ "مین نے اس شہر مین بہت سے نیک وصالح لوگون کو پایا لیکن اُن سے مین نے حدیث نہین سُنی، لوگون نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ "جو وہ کہتے تھے وہ سمجھتے نہ تھے،،

امام صاحب نے اہل عراق سے کیون روایت نہین کی

امام کے شیوخ مین کوئی عراقی نہین ہے، ابو مصعب جو امام کے شاگرد اور مشہور محدث ہین وہ بیان کرتے ہین کہ امام صاحب سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اہل عراق سے کیون روایت نہین کی؟ جواب مین فرمایا کہ "مین کیا اُن سے روایت کرون؟ مین نے اُنکو دیکھا ہی کہ وہ یہان آکر اُن لوگون سے حدیث سیکھتے ہین، جنپر وثوق نہین کیا جا سکتا،، ابو مصعب کا بیان ہی کہ "مین نے

کہا کہ وہ اپنے شہر مین بھی ایسے ہی لوگون سے روایت کرتے ہین" اِسی قسم کا سوال ایک بار امام مالک سے شعیب بن حرب نے کیا کہ "آپ لوگ اہل عراق سے کیون نہین روایت کرتے ہ؟" امام صاحب نے کیا معقول جواب دیا، فرمایا کہ ہمارے بزرگون نے اونکے بزرگون سے روایت نہین کی، اسلیے ہمارے پچھلون نے بھی اُن کے پچھلون سے روایت نہین کی،،

امام مالک جب کسی غیر مدنی شیخ سے اخذ حدیث کرنا چاہتے تھے تو ہمیشہ اُسکا تجربۂ و نقد کر لیتے تھے، امام کا کوئی شیخ اگر عراقی کہا جا سکتا ہے تو وہ بصرہ کے ایوب سختیانی مشہور تابعی المتوفی سنہ ۱۳۱ھ ہین، جنکی نسبت ابن سعد کہتے ہین کان حجۃ ثقۃ ثبتا فی الحدیث جامعاً کثیر العلم اور جنکو شعبہ نے سید الفقہاء کا خطاب دیا ہے، اور جن کا نام رجال مین احد الائمۃ الاعلام کے وصف ساتھ لیا جاتا ہے، امام مالک فرماتے ہین کہ مکہ مین حج کے موقع پر انکو دو سال مین نے دیکھا، لیکن اِن سے کوئی حدیث نہین لکھی، تیسرے سال دیکھا کہ وہ صحن زمزم مین بیٹھے ہین، جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیا جاتا تو وہ اتنا روتے کہ مجکو رحم آتا تھا. جب یہ حال دیکھا تو اُنکی حدیث لکھی!

اپنے دادا اور بعض فقہاے سبعہ سے کیون نہین روایت کی

تعجب ہوتا ہے کہ امام جب سن رشد کو پہونچے تو اُسوقت آپکے دادا مالک بن ابی عامر زندہ تھے، اُنکی وفات کے وقت امام کی عمر ۱۲، ۱۳، کی تھی، فقہاے سبعہ مین سے سالم بن عبد اللہ نے سنہ ۱۰۶ھ مین وفات پائی جبکہ امام کی عمر ۱۶ برس کی تھی، سلیمان بن یسار نے سنہ ۱۰۷ھ مین انتقال کیا، اور اُسوقت امام ۱۷ سال کے تھے، تاہم اِن بزرگون سے بلا واسطہ کوئی روایت نہین کی! اس کا سبب خود امام صاحب نے بیان فرما دیا ہے کہ "مدینہ مین بعض ایسے لوگونکا زمانہ مین نے پایا ہے کہ

وہ ۱۰۰ برس ۱۰۵ برس کی عمر کو پہونچ گئے تھے، لیکن ایسے بوڑہون کی روایت نہین لی جاتی ہے، اور اگر کوئی لے تو عیب شمار کیا جائیگا،، اور یہ بالکل سچ ہے کیونکہ عمر کے ضعف کا حفظ وعقل کے ضعف پر جو اثر پڑتا ہے اُس کا کون انکار کرسکتا ہے؟

امام مالک کے اس احتیاط وتمیز ونقد کا یہ اثر ہوا کہ امام مالک جس شیخ سے روایت کرتے تھے وہ ثقاہت وعدالت وحفظ مین نشان سمجھا جاتا تھا، یحی بن معین جو مبصرین فن حدیث کے امام ہین فرماتے ہین کہ "ہم لوگ امام کے آگے کیا ہین؟ ہم لوگ تو امام مالک کے نقش قدم پر چلتے ہین، جب کسی شیخ کا نام آتا ہی تو دیکھتے ہین کہ امام مالک نے اس سے لیا ہے یا نہین، اگر نہین لیا ہے تو چھوڑ دیتے ہین" احمد بن حنبل سے کسی نے ایک راوی کی نسبت پوچھا، اُنھون نے فرمایا کہ میرے نزدیک وہ اچھا ہی کیونکہ امام مالک نے اُس سے روایت کی ہی[1]،

امام مالک فطرتًا قوی الحافظہ تھے خود فرمایا کرتے تھے کہ کوئی چیز میرے خزانۂ دماغ مین آکر پھر نہ نکلی[1]، اور خود دوسرونکو اسکا اعتراف تھا، ابو قلابہ کہتے ہین کان مالک احفظ اھل زمانہ[2]

اساتذہ آپکے معترف تھے

ایک بار جب اُستاد ربیعہ کی معیت مین امام زہری کی مجلس مین حاضر ہوئے، امام زہری نے اُس دن چالیس سے زیادہ حدیثون کا املا کیا، دوسرے دن پھر مجلس منعقد ہوئی تو امام مالک اپنے اُستاد کے ساتھ پھر حاضر ہوئے، امام زہری نے کہا، کتاب لاؤ مین اُس سے بیان کرون، کل جو مین نے بیان کیا اُس سے تمکو کیا فائدہ ہوا؟ ربیعہ نے کہا اِس مجلس مین ایک شخص ہے جو کل کی تمام حدیثین زبانی سنادیگا، زہری نے پوچھا کہ وہ کون ہی؟ ربیعہ نے کہا ابن ابی عامر! زہری نے اشارہ کیا کہ سناؤ، امام صاحب فرماتے ہین کہ چالیس حدیثین مین نے سنائین زہری نے

[1] ان تمام اقوال کے لیے دیکھو مقدمہ اسعاف [2] تذکرۃ الحفاظ ذہبی ترجمہ مالک [3] تزیین الممالک صفحہ ۹ حصہ ۲

تعجب سے کہا کہ میرا خیال تھا کہ میرے سوا کسی کو یاد نہین ہین،

شوق علم اور فراغ قلب بہت کم مجتمع ہوے ہین؛ امام بخاری پر ایک وقت تین دن ایسے گذرے ہین جنمین اُنھون نے جنگل کی بوٹیون پر قناعت کی ہے، اور یہ اُنکی زندگی کا مشہور واقعہ شمار ہوتا ہی؛ امام مالک بھی اس راہ مین پیچھے نہین ہین؛ فقر سے نوبت یہانتک پہونچی تھی کہ چھت کی کڑیان فروخت کرکے ضرورتین پوری کین لیکن دست طلب علم کوتاہ نہین کیا، اسی لیے امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ لا یبلغ احد ما یرید من ھذا العلم حتی یضر بہ الفقر و یوثرہ علی کل حال یعنی اُس علم مین کمال اُسوقت تک نہین حاصل ہوتا جب تک وہ مبتلاے فقر نہو اور اس پر بھی وہ بہرحال طلب علم کو ترجیح ندے"، امام مالک طلب علم کے لیے بجز موسم حج کے مدینہ سے باہر نہین نکلے، اس سے یہ نہین سمجھنا چاہیے کہ اُنکو طلب علم کے لیے محنت نہین اُٹھانا پڑی، ابن سعد نے امام مالک سے بیک واسطہ روایت کی ہی، کہ نافع سے حدیث سیکھنے کا وقت ٹھیک دوپہر کو مقرر تھا، دوپہر کی دھوپ مین بلا سایہ شہر سے باہر بقیع مین جاتا تھا، جہان اُن کا مسکن تھا، مدینہ کے ایک فقیہ ابن ہرمز تھے، اُنکے گھر صبح کو آتا تھا، تو رات کو جاتا تھا،

مجلس درس

گذشتہ باب مین معلوم ہو چکا ہے کہ امام صاحب کی لیاقت و استحقاق کا اعتراف عام طور سے کیا جا رہا تھا اور اس بنا پر خود امام کے شیوخ کی موجودگی مین مستفیدین کا الگ حلقہ

ل تزئین الممالک ص ۲ معہ ر ۲ تذکرہ ذہبی ج ۱ ص ۱۳ تزئین نقلا عن الحلیۃ لابی نعیم ص ۱۵ معہ ر ۴ طبقات ج ص

قائم ہوچکا تھا[1] شیخ الفقہ ربیعہ المتوفی ۱۳۶ھ زندہ ہی تھے کہ امام مالک فقہ وفتویٰ کے مرجع بن گئے[1]
اور ربیعہ کی وفات کے بعد تو فقہ ورای واجتہاد کے مجمع علیہ امام تسلیم کرلیے گئے' ابن لہیعہ جو مصر کے
ایک شیخ حدیث ہین اُنھون نے شیخ مدینہ ابوالاسود نعیم بن عروہ بن زبیر سے پوچھا کہ "ربیعہ کے بعد مدینہ
مین فقہ واجتہاد کا امام کون ہے ؟" اُنھون نے جواب دیا کہ نوجوان اصبحی[2] (مالک بن انس اصبحی)

مجلس حضرت ابن عمر

فن حدیث مین امام صاحب کے خاص شیخ حضرت نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہما تھے،
حضرت عبداللہ بن عمر صحابہ مین آنحضرت صلعم کے اعمال وسنن کے سب سے زیادہ عالم تھے، امیر معاویہ
اور حضرت علی کی مناقشات کے موقع پر بعض صحابہ کی رائے تھی کہ حضرت ابن عمر خلیفۂ اسلام ہون' آپ نے
فرمایا کہ "ایسی خلافت جسمین کسی مسلمان کا ایک قطرہ بھی خون گرے مجھے منظور نہین"، اکثر صحابہ
فرمایا کرتے تھے کہ "آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ابن عمر کے سوا ہر شخص کچھ نہ کچھ بدل گیا" حضرت
ابن عمر آنحضرت صلعم کے بعد ساٹھ برس تک حدیث وفقہ وفتویٰ وارشاد کے مرکز رہے،

حضرت نافع کامل ۳۰ برس تک سفر وحضر، قیام وقعود، لیل ونہار، خلوت وجلوت مین

مجلس نافع

ہمیشہ حضرت ابن عمر کے ساتھ رہے، اور اُنکے بعد اُنکی مجلس درس مین اُنکے جانشین ہوے،
۱۱۷ھ مین وفات پائی، امام مالک کم از کم ۱۲ برس حضرت نافع کے درس مین رہے،

مجلس مالک

حضرت نافع کی وفات کے بعد امام مالک اُن کے جانشین ہوئے، شعبہ جو کوفہ کے
راس المحدثین تھے وہ بیان کرتے ہین کہ "نافع کی وفات کے ایک سال بعد مدینہ آیا تو دیکھا کہ مالک

---

[1] تزئین الممالک ص ۱۰، عن ابی نعیم فی الحلیہ، [2] ابن خلکان ترجمۂ مالک، [3] تزئین الممالک ص ۹
عن الغافقی۔

ایک حلقہ کے صدر نشین ہین[1]، اِس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب نے ۱۱۷ھ مین اپنی مجلس درس مستقل قائم کی،

مجلس کی تہذیب

امام صاحب کی مجلس درس ہمیشہ پُرتکلف فرش اور بیش قیمت قالینون سے آراستہ رہتی تھی، وسطِ مجلس مین شہ نشین تھی، جس پر امام صاحب صرف املائے حدیث کے موقع پر رونق افروز ہوتے تھے، جابجا شرکائے مجلس کے لیے پنکھے پڑے رہتے تھے، جب حدیث کا درس ہوتا مجمر مین عود و لُبان جلایا جاتا، صفائی و نزاہت کا یہ عالم تھا کہ فرش پر ایک تنکا بھی بار خاطر ہوتا تھا، جب حدیث نبوی کے املا کا وقت آتا، پہلے وضو یا غسل کر کے عمدہ اور بیش قیمت پوشاک زیب تن فرماتے، بالون مین کنگھی کرتے، خوشبو لگاتے، اور اِس اہتمام کے بعد مجلس علمی کی صدارت کے لیے باہر تشریف لاتے[2]،

تمام لوگ سرنگون خاموش مودب بیٹھتے تھے، یہان تک کہ امام ابوحنیفہ بھی جب امام کی مجلس درس مین آکر شریک ہوے تو وہ بھی اُسی طرح مودب ہوکر بیٹھے[3]، اسوقت امام صاحب کی ادا ادا سے شکوہ اور وقار کا اظہار ہوتا تھا، تمام مجلس پر ایک مقدس سکوت طاری رہتا تھا، امام شافعی فرماتے ہین[4] کہ "ہم لوگ کتاب کے ورق بھی اِس ڈر سے نہین اُلٹتے تھے کہ کھڑکھڑاہٹ کی آواز نہو"، جاہ و جلال اور شان و شکوہ سے کاشانۂ امامت پر بارگاہِ شاہی کا دھوکا ہوتا تھا طلبہ کا ہجوم، مستفیتون کا ازدحام، امرا کا ورود، علما کی تشریف آوری، سیاحون کا گذر، حاضرین کی مودب نشست، در خانہ پر سواریون کا انبوہ دیکھنے والون پر رعب و وقار طاری کر دیتا تھا[5]،

[1] تذکرۃ الحفاظ ذہبی ترجمہ مالک، [2] تزئین الممالک نقلاً عن ابی نعیم والغافقی ص ۱۳ و ۱۶ و بستان المحدثین ترجمۂ مالک، [3] تذکرۂ ذہبی ترجمہ مالک، [4] توالی التاسیس بمناقب ابن ادریس ابن حجر، [5] تزئین نقلاً عن الخطیب ص ۱۷،

اسی موقع پر ایک شاعر کا گذر ہوا تو بے اختیار اُسکی زبان سے یہ دو شعر نکل گئے،[1]

یدع الجواب فما یراجع ھیبۃ — والسائلون نواکس الاذقان

اگر امام جواب نہین دیتے تو ہیبت سے پھر پوچھا نہین جاسکتا — پوچھنے والے سر نیچے کیئے رہتے ہین،

ادب الوقار و عز سلطان التُّقی — فھو المھاب ولیس ذا سلطان

وقار کا ادب و رسلطان تقوی کا جاہ و جلال ہے — لوگ اس سے ڈرتے ہین حالانکہ یہ صاحب حکومت نہین ہے

ہان امام صاحب حکومت نہ تھے لیکن صاحب حکومت اس آستانہ پر آکر جھکتے تھے امام شافعی نے اپنی تعلیم کے لیے والی مدینہ کو بغرض سفارش جب درِ امامت پر لانا چاہا تو اُسنے کہا "میرا کہان وہان گذر" ہارون رشید جب مدینہ آیا تو امام صاحب سے موطا کی سماعت کی خواہش ظاہر کی، امام صاحب نے فرمایا کہ "کل کا دن اسکے لیے ہے" ہارون رشید منتظر رہا کہ امام صاحب دربار مین خود آئینگے، کل کا دن آیا تو امام صاحب اپنی مجلس درس مین تشریف فرما رہے، ہارون رشید نے پوچھا تو فرمایا کہ العلم یزار ولا یزور "علم کے پاس لوگ آتے ہین، لوگون کے پاس علم نہین جاتا" اور آخر ہارون رشید کو باین ہمہ جاہ و جلال خود امام کی مجلس مین حاضر ہونا پڑا،

مجلس مین عام و خاص کی تمیز نہ تھی ہارون نے جب درس کی شرکت کا ارادہ کیا تو کہا کہ عام لوگون کو باہر کر دیجیے، امام صاحب نے فرمایا کہ "شخصی منفعت کے لیے عام افادہ کا خون نہین کیا جاسکتا"[2]، اللہ اکبر! کیا پاک روحین تھین،

آدابِ درس

حدیث کا املا مسجد نبوی یا مجلس درس سے باہر نہین کرتے تھے، مہدی اور ہارون دونون

[1] تزئین نقلاً عن الخطیب ص ۱۷، [2] مناقب مالک لابن مسعود الزوادی، ص ۲۹، مصر،

نے خیمۂ خلافت مین املا کی خواہش کی لیکن امام نے انکار کر دیا، جلدی مین یا کسی کام کی مصروفیت مین یا راہ چلتے ہوئے حدیث نہین بیان فرماتے تھے کہ خلاف ادب ہے؛ در اصل یہ ہے کہ سماع و فہم حدیث کے لیے اطمینان اور حضور قلب چاہیے جو ان موقعون پر عموماً مفقود ہوتے ہین، اسلیے احتراز فرماتے تھے، مجلس مین زور زور سے بولنا بھی وہان خلاف ادب تھا، ایک بار خلیفۂ منصور امام سے مسجد مین مناظرہ کر رہا تھا، آواز نہایت بلند ہو رہی تھی، امام نے ڈانٹ کر یہ آیت پڑھی،

لَا تَرْفَعُوا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ، پیغمبر کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو،

عادت شریف یہ تھی کہ صبح کی نماز کے بعد طلوع صبح تک مصلی پر اوراد و وظائف مین مشغول رہتے، طلوع صبح کے بعد لوگ آنا شروع ہوتے، امام صاحب لوگونکی طرف متوجہ ہو کر ایک دو آدمیون سے خیریت پوچھتے، مجلس کی یہ ترتیب تھی کہ قریب تر جید و مستعد و صاحب فہم طلبہ کو جگہ دیتے پھر علی قدر المراتب لوگ آ آ کر بیٹھتے جاتے، ابتدائے درس سے پہلے فرما دیتے کہ مستعد و صاحب فہم لوگ قریب بیٹھین، املا، آہستہ اور سکون کے ساتھ کہتے، ایک حدیث ختم ہو جاتی تو دوسری حدیث شروع کرتے،

طریقۂ درس

مختلف شیوخ کی مجالس مین درس کا طرز مختلف تھا، اکثر شیوخ کا دستور یہ تھا کہ وہ خود کسی بلند مقام پر بیٹھ جاتے، یا کھڑے ہو جاتے، طلبہ بہ ترتیب پس و پیش قلم دوات لیکر بیٹھ جاتے، شیخ زبانی یا اپنا جزء حدیث ہاتھ مین لیکر اُس سے املا کرتا، طلبہ لکھتے جاتے تھے، مجلس درس مین اگر غیر معمولی اجتماع ہوتا تو تھوڑی تھوڑی دور پر مُستملی کھڑے ہوتے جو شیخ کے الفاظ بعینہ آگے کو پہونچاتے، امام مالک بھی کبھی کبھی اِس طریقہ سے درس دیتے تھے، ابن عُلیہ جو ایک جید شاگرد تھے، امام کے مستملی تھے،

لیکن مدینہ کے اکثر شیوخ کا دستور یہ تھا کہ وہ اپنی احادیث وفتاوی وتعلیقات کو پہلے قلمبند کر لیتے، یا کسی مستعد وصاحب فہم شاگرد کو لکھنے پر مامور کرتے، لکھے ہوے اجزا کاتب کے ہاتھ مین ہوتے اور وہ مجلس مین اُسکو پڑھتا شیخ جابجا اُسکے مطالب کی تشریح کرتا جاتا کاتب سے غلطی ہوتی تو اُسکی تصیح کر دیتا امام صاحب کے کاتب کا نام ابن حبیب تھا جنکا شمار محدثین کبار مین ہی، اور کبھی معن بن عیسیٰ، یا اور دیگر تلامذہ پڑھتے، یہی سبب ہی کہ امام کے بعض تلامذہ مثلاً یحیٰ جنکی روایت بخاری مین ہے بجاے حدثنا مالك واخبرنا مالك کے قرأت علی مالک کہتے ہین،

امام صاحب اِس اُصول کی اکثر بشدت پابندی کرتے تھے، یحیٰ بن سلام اسی بات پر ناراض ہوکر مجلس سے اُٹھ گئے کہ خود نہین پڑھتے شاگردون سے پڑھواتے ہین" یحیٰ بن سلام تو خیر ایک ادنیٰ شاگرد تھے، خود خلیفۂ وقت ہارون نے امین ومامون کے لیے کہا کہ آپ پڑھیے یہ سنین تو شیوخ مدینہ کا نام گنا کر فرمایا کہ "ہمارے شہر کے شیوخ کا یہی دستور تھا"[1] اور کیا عجیب بات ہے کہ جس امر پر لوگون کو اسقدر اصرار تھا وہی آج ایک مدت سے تمام مدارس اسلامیہ کا دستور عام ہی،

اس طریقہ کی خوبی

شیوخ مدینہ کا یہ طریقہ متعدد وجوہ سے افضل واحفظ ہی، مجمع عام مین جب کوئی شخص بولنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو عموماً عجلت، کثرتِ ازدحام اور کبھی مرعوبیت کے سبب سے اُس سے مسامحت ممکن ہے، بخلاف اسکے اگر پہلے سے لکھ لیا جائے تو فراغ خاطر، اطمینان قلب اور فرصتِ فکر ومراجعت کے سبب سے صحت وحفظ ووثوق کے ذرائع زیادہ ہین، محدث کا خود قرأت نہ کرنا، اس لیے زیادہ مناسب ہی کہ وہ دوبارہ سنکر اپنے مسودہ کی تصیح کرسکے، کیونکہ خود پڑھنے مین اکثر دیکھا گیا کہ زبان ونظر

[1] تزیین نقلاً عن فضائل مالک لابن فہر

اپنی یاد کی بنا پر غلط لکھے ہوئے کو بھی صحیح پڑھتی ہے، دوسرا اجنبی شخص ہر سطر پہ بار بار ٹھہرتا ہے اور اسطرح معلّم کو ہر مرتبہ غلطی پر تنبیہ ہوتی ہے، لیکن اس سے بھی بہتر مصلحت اس مین یہ ہے کہ اکثر فقہائے محدثین احادیث و آثار کے ساتھ اپنی ذاتی تحقیق و راے یا کسی لغت کی شرح بھی بیان کرتے جاتے تھے، چنانچہ امام زہری کا یہی طرز تھا، لیکن اس طرز مین ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اکثر طلبہ اصل اور اضافہ مین تمیز نہین کرسکتے تھے، متن حدیث اور شیخ کے کلام مین اُن کو اشتباہ ہوتا تھا، امام مالک کا جو طرز تھا وہ نہایت محفوظ تھا، اصل تو کاتب پڑھتا تھا، اور اضافہ خود اپنی زبان مبارک سے ادا کرتے تھے، اسطرح ہر طالب علم کو اصل و اضافہ وادراج مین فرق معلوم ہوجاتا تھا۔

مجلس درس کی شہرت

ایک تو مدینہ خود اسلام کا گہوارہ اور نسلاً بعد نسل علم دین کا مرکز تھا، دوسرے یہ کہ امام ہمام کا خاندان ابتدا سے علم کے ساتھ ایک خاص نسبت رکھتا تھا، ان اضافی اوصاف کے ساتھ خود ذاتی جوہر نے وہ پر و بال نکالے کہ دنیاے اسلام مشرق سے مغرب تک امام کے آوازۂ شہرت سے معمور ہوگئی، اور امام کی درسگاہ اختلاف مرز و بوم کی بوقلمون زار بن گئی، ایک طرف سیستان دوسری صدی کی مملکت اسلام کا مشرقی گوشہ، اور دوسری طرف قرطبہ دنیاے اسلام کا مغربی گوشہ دونون کے ڈانڈے مدینۃ الرسول کی سرحد مین آکر مل گئے (ممالک عرب) مدینہ، مکہ، صنعا، ایلہ،

وسعت جغرافی

سیراف، عدن، طائف، یمامہ، ہجر، حضرموت، زبید، فدک، بلقا، (ممالک شام) دمشق، عسفان، خلاط، مصیصہ، بیروت، حمص، طرسوس، رملہ، نصیبین، حلب، بیت المقدس، اردن، صور، انطاکیہ، (ممالک عراق) بغداد، بصرہ، کوفہ، حران، موصل، جزیرہ، واسط، انبار، رقہ، رہا (ممالک عجم) جرجان، کرمان، ہمدان، رے، طالقان، نیشاپور، طبرستان، طوس، مدائن، قزوین

قوہستان، صغان، آمد، کردستان، دینور، سجستان، (ممالک ترکستان) ہرۃ، بخارا، سمرقند، خوارزم، مرو، سرخس، ترمذ، بلخ، نسا، (ممالک مصر) مصر، اسکندریہ، فیوم، اسوان، تنیس، (ممالک افریقیہ) افریقیہ، تونس، قیروان، برقہ، طرابلس، مغرب، مراکش، (ممالک اندلس) طلیطلہ، تبسطہ، باجہ، قرطبہ، سرقسطہ، اٹلی سسلی، (ایشیائے کوچک) آزمیر یعنی سمرنا، الغرض ایشیا، افریقہ اور یورپ ہر سہ معلوم بر اعظم سے مسافرانِ علم کے کاروان بلا انقطاع، مدینہ کا رُخ کرنے لگے، اور اِس طرح پیغمبرِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشینگوئی پوری ہوئی،

عن ابی ھریرۃ عند الترمذی وابن حبان والطبرانی، وعن ابی موسی الاشعری عند الحاکم عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوشك ان یضرب الناس اکباد الابل فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینۃ واللفظ للترمذی، قال الترمذی ھذا حدیث حسن،	ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ عنقریب وہ زمانہ آئیگا جب لوگ طلب علم کے لیے اونٹ ہنکائینگے، لیکن مدینہ کے عالم سے زیادہ بڑا عالم وہ کسی کو نپائینگے،

جغرافی وسعت سے قطع نظر کرکے اگر مستفیدین و تلامذہ کے حلقہ پر نظر کیجائے تو ہماری حیرت مین متعدد وجوہ سے اضافہ ہوجاتا ہے کہ ایک شخصیت ایک یونیورسٹی کا کام کیونکر انجام دیتی تھی!

تلامذہ و مستفیدین

اِس حلقۂ درس نے کس قسم کے اشخاص پیدا کیے؟ اور اس فیض عام کا اثر کہانتک پھیلا؟

[1] خطیب نے رواۃ عن مالک مین جن لوگونکے نام لکھے ہین ہم نے سیوطی کی تزئین الممالک کے حوالہ سے اُنکے شہرونکے نام دیکھکر جمع کرلیے ہین

اسکا جواب امام کے مسترشدین و مستفیدین و تلامذہ کی فہرست سے ظاہر ہوگا، محدث ذہبی لکھتے ہین
وحدث عنه امم لا يكادون يحصون " امام مالک سے اتنے لوگون نے روایت کی ہی کہ جن کا
شمار تقریبًا ناممکن ہے[1]"، تلامذہ مین وہ لوگ بھی داخل ہین جو اور علما کی مجلس سے فضل و کمال کی سند
حاصل کر چکے تھے، بلکہ خود امام کے شیوخ بھی امام کے احسان علمی کے بارسے سبکدوش نہ تھے[2]، خود
امام مالک فرماتے تھے کہ " بہت کم ایسے لوگ ہین جن سے مین نے سیکھا ہے، اور آخر اُن کو خود مجھ سے
پوچھنے کی حاجت نہ پڑی[3]"،

تلامذہ کی خصوصیات

امام کو اپنے تلامذہ و مستفیدین کی حیثیت سے بھی متعدد خصوصیات حاصل ہین، جس کثرت،
جس رُتبہ اور جس طبقہ کے لوگ امام کے حلقۂ فیض مین داخل ہین، تمام محدثین و فقہا مین کسی کو نصیب
نہین، وذلک فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو فضل عظيم،

کثرت عدد

۱- کثرتِ تعداد کے لحاظ سے امام مالک کے مستفیدین و تلامذہ کی تعداد ۱۳۰۰ سے زیادہ ہی، ہمکو معلوم
ہے کہ امام بخاری کے شاگرد فربری کی روایت کے مطابق بخاری کے شاگردون کی تعداد ۹۰۰۰۰ ہی،
لیکن اگر عوام و خواص کی کثرت و قلت کوئی قابلِ امتیاز شے ہی، تو نوّے ہزار عام انسانونکی بھیڑ اُن
تیرہ سو منتخب روزگار کا مقابلہ نہین کر سکتی، جن مین باستثنائے چند (۴ یا ۵) ہرایک اِس فن کا نکتہ دان
اور بلند پایہ محدّث ہے، اور یہ کون نہین جانتا کہ،

یکے مردِ جنگی بہ از صد ہزار

شہرت و معرفت

۲- امام بخاری کے نوّے ہزار عام رواۃ کے حالات بجز ایک تعداد مخصوص (شاید ۱۰ یا ۱۵) مجہول،

[1] تذکرۂ ذہبی ج ۱ ص ۱۸۰ حیدر آباد دکن [2] تقریب التہذیب " مالک بن انس "، [3] تزئین الممالک نقلا
عن فضائل مالک لابن محمد الزہرانی ص ۴۰،

ومستور اور نام بنام غیر معلوم ہین۔ لیکن امام مالک کے رواۃ وتلامذہ نام بنام، یک یک حالاً و خبراً وجرحاً وتعدیلاً معلوم ومشہور ہین، ابو بکر خطیب بغدادی، ابن بشکوال اندلسی، قاضی عیاض، شمس الدین دمشقی، حافظ سیوطی نے ایک ایک کو گن دیا ہے، ان کو عدداً وترتیباً بترتیب ہجا، رسائل مین جمع کردیا ہے، فشتان بینهما

۳-عموماً عام محدثین کے تلامذہ کی جغرافی حیثیت اُسقدر وسیع نہین جسقدر امام مالک کی، ہم اس سے پہلے باب مین بہ تفصیل ایک ایک ملک وشہر کا نام لکھ چکے ہین، امام ابوحنیفہ کے تلامذہ تمام عجم وعرب مین پھیلے تھے، لیکن افریقہ واُندلس اُن سے بے نیاز رہا، امام اوزاعی کا علم اُندلس مین پھیلا لیکن ممالک عجم اُن سے مستفید نہوے، لیکن امام مالک کے علم ومعارف نے دنیائے اسلام کے ایک گوشہ کو بھی اپنی غلامی سے آزاد نچھوڑا،

در دیر وحرم کیست کہ آزاد بماندست

فضل و کمال

۴-لیکن ہمارے نزدیک تلامذہ کی کثرت اور جغرافی وسعت اس قدر مایۂ فخر نہین ہے، جسقدر اُن کا علوے رُتبہ، رفعتِ کمال اور کثرتِ فضل، امام مالک اپنے ہمسرون مین جسقدر اس حیثیت خاص مین ممتاز ہین اُسکو محض عطیۂ الٰہی سمجھنا چاہیے، جو صرف عالمِ مدینہ کے لیے مقدر تھا، امام المحدثین زہری شیخ مالک، امام صادق جعفر بن محمد شیخ مالک، امام الحدیث یحیٰ بن سعید انصاری تابعی شیخ مالک، امام القرا نافع بن ابی نعیم شیخ مالک، ہشام بن عروہ فقیہ مدینہ، امام ابوحنیفہ[1]، امام شافعی، ناقد الحدیث

[1] رواۃ مالک للخطیب بغدادی، ابن عساکر، مسند امام ابوحنیفہ لابن خسرو، دارقطنی کتاب لذبائح، بدرالدین زرکشی فی النکت علی ابن الصلاح، مسند ابوحنیفہ لابی الضیاء، الکمال الاکمال قلمی کتبخانہ بانکی پور، فن حدیث نمبر ۲۴، شرح زرقانی ج ۱، ص ۴، مصر، تزئین الممالک سیوطی، ص ۵۰، محلّی شرح موطا مولنا عبدالسلام حنفی قلمی مقدمہ، ان تمام کتابون مین امام ابوحنیفہ کے تفادہ کا تذکرہ ہے

یحیٰ بن سعید القطان، سفیان ثوری امام کوفہ اوزاعی فقیہہ کوفہ، امام محمد، قاضی ابو یوسف، وکیع بن الجراح، ابن ابی ذہب فقیہہ مدینہ، عبد اللہ بن دینار تابعی شیخ مالک سفیان بن عیینہ امام الحدیث، عبد اللہ بن مبارک امام خراسان، عبد الرحمان بن القاسم فقیہہ مصر لیث بن سعد امام مصر سلیمان بن اعمش شیخ الحدیث، ایوب سختیانی شیخ مالک، زبیر بن بکار امام الحدیث حجۃ الحدیث شعبہ بن الحجاج امام السیر موسی بن عقبہ شیخ مالک، ناقد الحدیث عبد الرحمان بن مہدی، امام الحدیث ابن جریج وغیرہم ائمہ کبار و ارباب فن امام مالک کے حلقۂ مستفیدین و تلامذہ مین داخل ہین حالانکہ ان مین سے ہر ایک اپنی اپنی اقلیم کا مستقل فرمانروا ہے،

تنوع طبقات

۵۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ایک عجیب شے یہ ہو کہ امام کا حلقۂ افادہ اتنے مختلف الانواع طبقون کو مشتمل ہو کہ حیرت ہوتی ہو کہ یہ مختلف سمت و جہت کے خطوط کیونکر ایک ہی مرکز کیطرف رجوع ہوے،

خلفائے اسلام

ابو جعفر منصور، مہدی، موسی، ہادی، ہارون رشید، محمد امین، عبد اللہ مامون،

امرائے بلاد

حسن بن مہلب شیبانی امیر خراسان، عبد اللہ بن سعید بن عبد الملک بن مروان اموی، ہاشم بن عبد اللہ التجبی امیر برقہ (افریقہ)

تابعین و شیوخ امام

ابن شہاب زہری، یحیٰ بن سعید انصاری، محمد بن عبد الرحمان ابو الاسود، شعبہ، نافع القاری جعفر صادق، ہشام بن عروہ، ربیعہ رائی، ابو سہیل نافع، سفیان ثوری، حماد، ایوب سختیانی، محمد بن

مطرف ابو غسان، عبداللہ بن دینار، یزید بن عبداللہ، وغیرہم،

ائمہ محدثین

محمد بن عجلان، حیوۃ بن شریح، سلام لیثی، یحیٰ بن سعید القطان، یحیٰ بن بکیر، یحیی مصمودی، زید بن اسلم، وہیب بن خالد، ابن ابی ذئب، وکیع بن جراح، ولید بن مسلم الدمشقی، خالد امام خراسان، مسلم بن خالد الزنجی، سلیمان اعمش، زبیر بن بکار، ابراہیم امام مصیصہ، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی، ابن لہیعہ، عبدالرحمان بن مہدی، عبدالعزیز بن محمد الداوردی، ابونعیم فضل بن دکین، عبدالملک بن جریج، عبدالرزاق بن ہمام، الیث بن سعد، شیخ الاسلام محمد بن مبارک، ہشیم بن جمیل محدث انطاکیہ قتیبہ بن سعید محدث خراسان، حافظ الحدیث ابو محمد زہرانی، سلیمان بن داؤد طیالسی، معن بن عیسیٰ، ابو مصعب زبیری، ابو حذافہ سہمی، وغیرہم،

ائمہ مجتہدین

امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام محمد، امام ابی یوسف، امام ابن قاسم مالکی،

فقہاء

حسن بن زیاد لولوئی صاحب ابی حنیفہ، عبداللہ بن وہب مفتی مصر، ابو عمر اشہب فقیہہ مصر، اسد بن فرات فقیہہ افریقہ،

قضاۃ

ابراہیم بن اسحاق قاضی مصر، ایوب بن سوید قاضی سرو، اسد بن عمر قاضی، احرم بن حوشب قاضی ہمدان، داؤد بن منصور قاضی مصیصہ، شریک بن عبداللہ قاضی، شجرہ بن عیسیٰ قاضی قیروان

(افریقہ) عبداللہ بن عمرو بن غانم قاضی افریقیہ یحیٰ قاضی افریقیہ یحیٰ بن بکیر قاضی کرمان ابن اشرس العمری
قاضی طرسوس، محمد بن عبداللہ الکنانی قاضی افریقیہ، اسد بن فرات قاضی سسلی (اٹلی)، زیاد
بن لبیط قاضی طلیطلہ (اسپین)، محمد بن سعید قاضی باجہ (اسپین)

زہّاد وصوفیائے کرام

ابراہیم بن ادہم، ابونصر بشر بن حارث الزاہد، ثابت بن محمد الزاہد الکوفی، حسن بن حسین
بن عطیۃ الصوفی، ذوالنون مصری، کارح بن رحمہ زاہد، محمد بن فضیل بن عیاض زاہد،

ادباؤشعراء

ابوالعتاہیہ شاعر، دعبل شاعر، محمد بن عبدالملک القعنبی شاعر، عبدالملک اصمعی لغوی،
عمر بن سہل المازنی البصری نحوی،

مورخین

احمد بن محمد بن ولید الازرقی صاحب تاریخ مکہ، موسیٰ بن عقبہ صاحب سیرت نبوی،
محمد بن عمر الواقدی صاحب تصانیف کثیرہ، علی بن محمد مدائنی صاحب انساب و تصانیف کثیرہ،

مفسر

مقاتل بن سلیمان صاحب التفسیر،

فلسفی

احمد بن محمد صاحب بیت الحکمہ بغداد،

اِس عہد کے بعد کے تمام محدثین کبار بلا استثناء امام مالک کے بیک واسطہ بدو واسطہ

امام کے تلمذ سے مشرف ہین، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی،
مسانید و صحاح کے یہ تمام مصنفین صرف ایک واسطہ سے امام کے حلقہ بگوشون مین شامل ہین اور اسپر
اُنکو ناز و فخر ہے، یہ ناز و فخر آٹھوین صدی تک باقی ہے جب کہ محدث کبیر شمس الدین ذہبی فخریہ
لکھتے ہین کہ "مین سات واسطون سے امام کا شاگرد ہون" امام نووی کو بھی ساتوین صدی مین
امام سے قرب نسبت پر ناز ہے، مقدمۂ شرح مسلم مین اپنے اسناد کے حال مین لکھتے ہین،

قد وقع لنا اعلیٰ من ھذہ الکتب وانکانت	ایک کتاب کی سند مجکو کتب بخاری مسلم، ترمذی ابوداؤد
عالیة موطا الامام مالک بن انس	نسائی سب سے بہتر ملی اور وہ امام مالک کی موطا ہے،
وھو شیخ الشیوخ المذکورین کلھم	جو ان تمام محدثین کے شیخ تھے۔

اگر بڑون کے ساتھ چھوٹون کا نام لینا سوء ادب نہو تو اس ذرۂ بے مقدار
کو بھی اوس آفتاب کمال سے ایک قرب کی نسبت حاصل ہے، وللّٰہ الحمد

فقہ و فتویٰ

ایک مفتی اور فقیہہ کا فرض ایک محدث سے زیادہ ہی، محدث صرف ایک سرمایہ دار ہے،
فقیہہ اُس سرمایہ کو لیکر عالم کاروبار مین آتا ہے، کھرے کھوٹے کی تمیز، احکام کی تفریع، عموم کی
تخصیص، خصوص کی تعمیم، مطلق کی تقیید، مقید کا اطلاق، ناسخ و منسوخ کی تفریق، اوامر و سنن
کی ترتیب، احکام غیر منصوصہ کا قیاس، احکام کے علل و مصالح کی تلاش، ضروریات انسانی کے
مطابق احکام شرعیہ کا اعلان، رعایا و حکومت کے لیے قوانین کی تدوین، یہ ایک فقیہہ و مفتی کے
عام فرائض ہین، جو ایک محدث محض کے رتبہ سے بلند تر ہین۔

فقیہہ و محدث کا فرق

عہد نبوی

حیات نبوی مین مسلمانون کی تعداد کم وبیش ہزار سے ایک لاکھ تک تھی انہین سے ۳۰ ہزار خاص مدینہ مین متوطن تھے، اور باقی اِدھر اُدھر، بحرین ویمن، مکہ وطائف وغیرہ بلاد عرب مین پھیلے تھے

اصحاب صفہ

مدینہ سے باہر دوسرے شہرون اور قبیلون کے لیے یا فقہاے صحابہ جنکا اُس زمانہ مین قرّاء نام تھا جو اکثر اصحاب صفہ ہوتے تھے، بھیجے جاتے تھے، یا اُنہین سے ایک دو کو چند روز آنحضرت صلعم اپنی صحبت مین رکھکر، احکام وسنن کی تعلیم دیکر اونکو اونکے شہر وقبیلہ مین واپس فرمادیتے تھے، مدینہ کے اندر خود شارع علیہ السّلام کا وجود اقدس کار فرما تھا، خود عہد نبوت مین ۳۰ ہزار صحابۂ مدینہ مین سے ۱۰۰- آدمی مسجد مدینہ کے صفّہ (چبوترہ) پر شب وروز طلب علم مین مصروف تھے، آنحضرتؐ کے بعد ۲۴-۲۵ برس مدینہ تمام دُنیائے اسلام کا مرکز رہا، ہر قسم کے احکام وفتاویٰ کا فیصلہ یہین ہوتا تھا، تمام اکابر صحابہ یہین تشریف فرمارہے،

طبقات فقہاے صحابہ

طبقۂ اولیٰ

فقیہ ترین صحابہ جن کے فقہ وفتاویٰ واحکام اگر الگ الگ ترتیب دیے جائین، تو ایک ایک مستقل جلد تیار ہوجائے چھ شخص تھے، عمرؓ بن الخطاب، علیؓ ابن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، ام المومنین عائشہؓ، زید بن ثابت، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر،

طبقۂ ثانیہ

اِن کے بعد وہ اشخاص ہین جن کے فتاویٰ واحکام وقضایا ایک ایک رسالہ کے بقدر ہین، اس جماعت مین تقریبًا ۲۰- اشخاص ہین، ابو بکر صدیق، ام المومنین ام سلمہ، انس بن مالک، ابو سعید خدری، ابو ہریرہ، عثمان بن عفان، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن زبیر، ابو موسیٰ اشعری، سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی، جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل، طلحہ، زبیر بن العوام، عبدالرحمان

---

[۱] مقدمہ ابن صلاح باب ۲۹،

بن عوف عمران بن حصین، ابو بکرہ، عبادہ بن صامت، معاویہ بن ابی سفیان،

طبقۂ ثالثہ

تیسرا طبقہ اُن صحابہ کا ہی جنکے مجموعی قضایا و فتاویٰ صرف ایک مختصر رسالہ کی حیثیت رکھتے ہین[1]، ان مین عام صحابہ داخل ہین،

صحابۂ مدینہ و غیر مدینہ

حضرت علی نے ۴ برس اپنے خلافت کے کوفہ مین بسر کیے اُنکے ساتھ سلمان فارسی بھی تھے، اسیطرح فتنہ کے بعد حضرت انس اور ابن مسعود بھی آخر عمر مین کوفہ چلے گئے، حضرت عبداللہ بن عباس حضرت علی کے عہد مین بصرہ کے والی ہوئے، حضرت ابن زبیر کی خلافت کے زمانہ مین مکہ و طائف مین رہے، عبداللہ بن عمرو بن العاص اخیر زمانہ مین مصر مین رہتے تھے، امیر معاویہ تمام تر شام مین رہے، اِنکے علاوہ یہ تمام بزرگوار جنکے نام ہم نے اوپر پہلے اور دوسرے طبقہ مین گنائے ہین اونھون نے مدینۃ الرسول ہی مین اپنی تمام عمر بسر کی،

فقہاے تابعین مدینہ

مجلس فقہ مدینہ

صحابہ کے دور کے بعد تابعین کا طبقہ ہی، تابعین مین محدثین تو سینکڑون ہین جن مین سے اکثر کے نام شیوخ مالک کی فہرست مین گذرے، لیکن فقہا مین مشہور ترین اشخاص خارجہ[1] بن زید بن ثابت، سالم[2] بن عبداللہ بن عمر بن خطاب قاسم[3] بن محمد بن ابی بکر صدیق، عروہ[4] بن زبیر، عبید اللہ[5] بن عتبہ، ابو بکر[6] بن حارث، سلیمان[7] بن یسار، ابو سلمہ[8] ابو بکر[9] بن عبدالرحمان، ابو بکر[10] بن عمرو، خلیفہ عمر بن عبدالعزیز، سعید[11] بن المسیب ہین، اِن بزرگون کا مدینہ مین بیک وقت اجتماع تھا، ہر قسم کے قضیے[1] احکام اور فتوے انھین بزرگون کی مخصوص مجلس مین طے پاتے تھے[2]، حضرت عمر بن عبدالعزیز جب مدینہ کے والی مقرر ہوئے تو اُنھون نے اس مجلس کو اور باقاعدہ کر دیا، عروہ[1] بن زبیر، عبد اللہ[2]

---

[1] یہ تفصیل مقدمہ اعلام الموقعین ابن حزم اندلسی مین ہی، ص ۱۳ مصر، [2] فتح المغیث ص ۳۹۹، ہند،

بن عتبہ، ابو بکر بن عبد الرحمان، ابو بکر بن سلیمان، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ کو بلاکر اپنی مجلس کے ارکان شوری مقرر کیے[1] تمام احکام و مقدمات اِن حجون کی بحث و مذاکرہ کے بعد طے ہوتے تھے، اور وہ مدینہ کی عدالت کا حکم فقہی تسلیم ہوتا تھا جس مین زیادہ مدد حضرت عمرؓ کے قضایا و احکام سے لی جاتی تھی کہ اُنکے عہد حکومت مین وسعت فتوحات نے بہت سی نئی ضرورتین پیدا کر دی تھین، حضرت عمرؓ اُن کا فیصلہ فقہائے صحابہ کی مجلس شورے مین کرتے تھے، اِس بنا پر مدینہ کی فقہ کا بڑا حصہ امام مالک سے پہلے خود حضرت عمرؓ کے زیر ریاست صحابہ کی مجلس مین، اور اُن کے نواسہ عمر بن عبد العزیز کی زیر صدارت تابعین کی مجلس مین مرتب ہو چکا تھا،

فقہ مالک

امام مالک کے فقہ و فتاوی کی بنیاد اِسی فقہ مدینہ پر ہے، شاہ ولی اللہ صاحب نے مسوی کے مقدمہ مین لکھا ہے "امام مالک بنائے فقہ را بر حدیث آنحضرت نہادہ است کہ مُسند باشد یا مرسل ثقاۃ، بعد ازان بر قضایائے عمرؓ و بعد ازان بر فتوای ابن عمرؓ و بعد ازان بر فتاوائے سائر صحابہؓ و فقہائے مدینہ، سعید بن مسیب و عروہ بن زبیر، قاسم و سالم، و سلیمان بن یسار، و ابو سلمہ و ابو بکر بن عبد الرحمان، و ابو بکر بن عمرو و عمر بن عبد العزیز، موطا کی طرز استدلال اور احادیث و آثار کا جسنے بغور و دقت مطالعہ کیا ہے، وہ یقیناً اسکی تائید کرے گا کہ امام مالک کی فقہ و فتاوی کی بھی بنیاد دو اُصول ہین اور انھین اُصول پر امام مالک فتاوائے فقہیہ کا جواب دیتے تھے،

امام مالک کے فضل و کمال کا تمام شیوخ مدینہ کو اعتراف تھا تاہم امام مالک نے اس قدر احتیاط کی کہ جب تک ستر علمائے عظام نے امام صاحب کی قابلیت و استحقاق کا فتوی نہ دیا،

[1] الاخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری ص ۳۱۳، مصر،

امام صاحب نے اِس مرتبۂ عالی پر قدم رکھنے کی ہمت[1] نہ کی، عادت مبارک ہمیشہ یہ جاری رہی کہ جب کسی فتوے کا جواب ارشاد فرماتے تو پہلے ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہتے،

حکومت کا اعلان

نہ صرف مدینہ و حجاز نہ بلکہ اطراف ملک سے سائلین کا ازدحام رہتا تھا، موسم حج جبکہ تمام دنیائے اسلام کو ایک عرصۂ عرفات مین جمع کر دیتا تھا، اور تمام علمائے دین کوفہ، بصرہ، خراسان وغیرہ سے سمٹ سمٹ کر ایک حرم مکہ مین جمع ہوجاتے تھے تو حکومت کی طرف سے اعلان ہوتا تھا کہ "امام مالک اور ابن ابی ذئب کے سوا اور کوئی فتویٰ نہ دے[2]"،

حکومت کے مقابلہ مین آزادی فتوٰی طلاق مکرہ

حکومت کی اس تعظیم و تکریم کا نتیجہ شاید دوسرے دن پر یہ ہوتا کہ وہ کم از کم مختلف فیہ مسائل مین اپنی رائے کے خلاف، حکومت کے مشورہ کی تعمیل کرتے، لیکن امام صاحب اپنی حریت رائے اور اعلان حق مین اسکی پروا نہین کرتے تھے، اگر کوئی شخص زبردستی مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور اُسنے ڈر کر بجبر و اکراہ دیدی، تو امام ابوحنیفہ اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک طلاق واقع ہوجائے گی، لیکن امام مالک اور اکثر اصحاب حدیث اسکے قائل ہین کہ طلاق واقع نہو گی[3]، والی مدینہ جعفر بن سلیمان عباسی جو خلیفہ منصور کا چچازاد بھائی بھی تھا

[1] تزئین الممالک عن ابن نعیم ص ۸، [2] ابن خلکان ترجمۂ مالک، [3] اس مسئلہ کے متعلق مجھے اپنے زمانۂ طالب العلمی کا ایک مناظرہ یاد آگیا، ہمارے استاذ فقہ مولنا مفتی عبداللطیف صاحب مدرس اول دار العلوم و تلمیذ رشید مولنا لطف اللہ صاحب اطال اللہ بقاہما ہین، جناب مفتی صاحب کو فقہ حنفی کی صحت کلی مین نہایت شدت کے ساتھ غلو ہے اور جس سے مین بد طفولیت سے محروم ہون، طلاق مکرہ کے مسئلہ مین ہماری جماعت مین اختلاف ہوا، میرے سوا تمام طلبہ وقوع کے قائل تھے، مین حضرت عائشہ کی حدیث لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق (حالت جبر و اکراہ مین طلاق و عتاق نہین) پیش کرتا تھا، اور انکی طرف سے ثلث جدھن وھزلھن سواء، تین چیزین مین اظہار واقعیت اور مذاق دونون برابر ہین (طلاق) کی حدیث پیش کیجاتی تھی مین کہتا تھا کہ طلاق مکرہ نہ جد (واقعیت) ہے نہ ہزل (مذاق)، ہزل تو متفقاً نہین ہے

اوسنے امام کو حکم دیا کہ وہ یہ فتویٰ نہ دین، لیکن امام صاحب نے علی الاعلان اپنی رائے کا اظہار کیا اور آخر اسکے لیے کوڑ دن کی سزا تک گوارا کی،

لاادری

یہ اعلان حق اور حریت رائے تو حکومت کے مقابلہ مین ہی لیکن اس سی بھی زیادہ شدید موقع اعلان حق کا اپنے نفس کے مقابلہ مین ہے مفتی کے لیے جسقدر پہلی قسم کی حریت کی حاجت ہے اُس سے زیادہ دوسری قسم کی حریت کی ضرورت ہی لیکن امام صاحب جسطرح پہلی منزل مین مستقیم تھے، دوسری منزل مین بھی درماندہ نہ تھے، امام صاحب سے جب کوئی فتویٰ پوچھا جاتا اور اُسوقت اُس جزئیہ پر اطلاع نہوتی تو نہایت متانت وکشادہ پیشانی کے ساتھ فرماتے تھے کہ لاادری، مین نہین جانتا، امام کے شاگرد ابن وہب کہتے ہین کہ اگر مین امام مالک کی لاادری لکھا کرتا تو کتنی تختیان بھر جاتین [1]،

ممالک بعیدہ کے استفتا سے احتراز

اکثر دور کے شہرون سے جو مستفتی آتے تھے امام صاحب حتی الوسع اُن کو جواب دینے سے

(بقیہ صفحہ ۴۷) "جد" اسلیے نہین کہ "جد" نام ہی، خواہش حقیقی وواقعی کے اظہار کا جو بحالت اکراہ غیر ممکن ہے، بالآخر یہ معاملہ جناب مفتی صاحب کیخدمت مین پیش کیا گیا، مفتی صاحب نے استدلال عقلی کے طور پر فرمایا کہ زبان سے لفظ طلاق ادا کرنا انسان کا ایک فعل ہے، اور افعال کا اثر محتاج نیت وارادہ واظہار واقعیت وغیر واقعیت نہین ہی، مثلاً اگر کسیکو تم ایک طمانچہ مارو جو تمھارے ہاتھ کا ایک فعل ہی تو اسکا اثر یعنی چوٹ اور صدمہ محسوس وواقع ہوگا خواہ مارنے کے سلیے، تمھارا ارادہ وخواہش واقعی ہو یا نہو، اسی طرح لفظ طلاق کے نطق کا جو اثر ہے وہ ہر حال مین واقع ہوگا۔ اِس استدلال کو سنکر مین تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گیا لیکن پھر علی الفور خدا نے مجھے ایک حجت القا کر دی، مین نے عرض کیا کہ افعال کے آثار دو قسم کے ہین، اعتباری وواقعی، واقعی وہ جو ہماری تسلیم واعتبار پر موقوف نہو، بلکہ وہ حقیقۃً بلا اعتبار معتبر ہو، مثلاً ضرب کے لیے احساسِ صدمہ، دوسرا صرف اعتباری، اگر اعتبار کیجیے تو اثر ہی اور نہ اعتبار کیجیے تو اثر نہین ہی، مثلاً ایک مجنون کی لفظ طلاق کے ساتھ حرکت زبان، اگر شرع اعتبار کرے تو طلاق ہی، نہ اعتبار کرے تو طلاق نہین ہی اسلیے بجائے استدلال عقلی کے صرف یہ ثابت کرنا چاہیے کہ مکرہ کے اِس فعل کے اس اثر کو شریعت اعتبار کرتی ہی یا نہین، اور اُسکا فیصلہ حدیث عائشہؓ نے کر دیا کہ نہین کرتی،

[1] تزئین الممالک ص ۱۴، عن ابی نعیم،

احتراز کرتے، ابن عبداللہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نہایت دور و دراز مسافت سے امام صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا، اور اُسنے ایک مسئلہ پوچھا، امام صاحب نے فرمایا کہ "مین اسکو اچھی طرح نہین جانتا" سائل نے کہا کہ "مین چھ مہینہ کی راہ طے کرکے صرف اِس مسئلہ کی خاطر حاضر ہوا ہون، جن لوگون نے مجکو بھیجا ہے، مین اُنکو جاکر کیا جواب دون گا"، امام صاحب نے فرمایا کہ کہدینا کہ "مالک نے کہا کہ مین نہین جواب دے سکتا"[1]، اِسی قسم کا ایک واقعہ ابونعیم نے حلیہ مین بیان کیا ہی، کہ ایک شخص نے فتویٰ پوچھا، تو آپ نے جواب دیا کہ "مین اچھی طرح نہین بتا سکتا" اُسنے کہا "مین اتنے دور و دراز راستہ سے اسلیے آیا ہون"، امام صاحب نے فرمایا کہ "جب اپنے گھر پہونچو تو کہدینا کہ "مالک کہتے ہین کہ مین اچھی طرح نہین بتا سکتا"[2]"

ایک اور واقعہ ابونعیم نے امام کے شاگرد عبدالرحمان بن مہدی کی زبانی نقل کیا ہی کہ ایک شخص چند روز تک ایک فتویٰ کے جواب کے لیے حاضر خدمت ہوا کیا، ایک دن اُسنے عرض کیا کہ مین کل یہان سے چلا جاؤن گا، جو کچھ جواب ہو ارشاد فرمائیے۔ یہ سنکر آپنے سر جھکا لیا، تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر فرمایا کہ مین اُسی مسئلہ کا جواب دیتا ہون جس مین کچھ بہتری جانتا ہون، تمھارے اِس مسئلہ کو مین اچھی طرح نہین جانتا،

امام صاحب کا یہ احتراز درحقیقت شدتِ تقویٰ اور ایک نہایت دقیق نکتہ پر مبنی تھا، مفتی کی حالت یہ ہی کہ آج وہ ایک مسئلہ کی نسبت ایک رائے رکھتا ہی، دوسرے دن اُس سے صحیح تر صورت اُسکے خیال مین آتی ہے، ایسے موقع پر شہر اور اُسکے قرب و جوار مین مستفتی کو اپنی غلطی کی اطلاع دے سکتا

---

[1] جامع بیان العلم ابن عبدالبر ص ۱۲۵ مصر [2] تزئین الممالک ص ۱۶ عن الفانقی،

ہے، لیکن اُس زمانہ مین جب وسائل سفر و خبر آسان نہ تھے، ممالک بعیدہ مین تصحیح و تغلیط کی اطلاع مشکل تھی، امام صاحب کے ایک مصری دوست نے حیرت سے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ اِن بیچارونکو جو کوسون سے مصائب سفر و مصارف راہ برداشت کرکے آتے ہین؟ کیون واپس کر دیتے ہین؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ "مصری مصر سے، شامی شام سے، عراقی عراق سے آتے ہین اور پوچھتے ہین، شاید جو جواب مین نے آج دیا ہے اُسکی بجائے کل مجکو کچھ اور جواب معلوم ہو"، حضرت لیث مصری نے جب امام کا یہ قول سُنا تو رو پڑے کہ مالک لیث سے قوی تر ہے اور لیث اُن سے کمزور تر۔

رائے پوچھنے پر زجر رائے کا ظنی ہونا

فتوون کے جواب مین اکثر یہ فرماتے تھے کہ قال رسول اللہ کذا آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا ہے، سائل نے کہا کہ آپ کی رائے کیا ہے؟ آپ نے جواب مین یہ آیت پڑھی فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ جب کسی مسئلہ قیاسی کو بیان فرماتے تو پہلے یہ آیت پڑھ دیتے، إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ،

جواب مین کاوش و فکر

مسائل و فتاوی کا جواب ہمیشہ نہایت دقت نظر اور کاوش فکر سے دیتے تھے، ابن ابی ادریس کہتے ہین کہ ایک بار امام صاحب نے فرمایا کہ کبھی کبھی ایسا مسئلہ پیش آجاتا ہے کہ خواب و خور حرام ہو جاتا ہے، ابن ابی ادریس نے کہا آپ کی بات تو لوگون کو نقش فی الحجر کی طرح تسلیم ہوتی ہے، پھر آپ یہ کیون مشقت برداشت کرتے

---

[۱] تزئین الممالک عن ابی نعیم ص ۱۴، [۲] مناقب مالک للزواوی ص ۳۹ عن سعید بن سلیمان،

انصاف پسندی

ہین، امام کس نکتہ سنجی کے ساتھ جواب دیتے ہین کہ "ابن ابی اویس اس حال مین تو مجکو اسکی بھی کاوش کرنی چاہیے"[۵۱]

اگر کسی مسئلہ مین غلطی ہوتی اور کوئی اصلاح کردیتا تو فوراً تسلیم کرلیتے تھے، ایک شخص نے پوچھا، کیا وضو مین پاؤن کی انگلیون مین تخلیل کرنی چاہیئے؟ امام سنے فرمایا لیس ذلک علی الناس؛ ابن وہب امام کے شاگرد بیٹھے تھے، مجلس کے بعد اُنھون نے کہا کہ تخلیل کی حدیث ایک میرے پاس ہے، امام نے حدیث سنکر کہا کہ حدیث حسنؑ اور اسکے بعد پھر ہمیشہ فتوی اسکے موافق دیا[۵۲]

امام مالک تقریباً ۶۰ برس متصل فقہ و فتاوی مین مصروف رہے، امام کے تلامذہ نے امام کے مسائل فقہیہ و فتاوی کو مدون بھی کیا ہے، سب سے پہلی کتاب اسد بن الفرات قاضی افریقہ کی "اسدیہ" ہے، اور سب سے ضخیم ابن قاسم المتوفی ۱۹۱ھ کی "المدونۃ" ہے جو خود امام کی زندگی مین تدوین ہو رہی تھی، مدونہ مصر مین اب چھپ گئی ہے، تیسری کتاب ابن وہب مصری المتوفی ۱۹۷ھ کی کتاب المجالسات عن مالک" ہے؛ ان کتابون مین امام کے ہزارون فتاوی مدوّن ہین؛ ابن قاسم مصنف مدوّنہ کی نسبت مشہور ہے کہ ان کو امام کے ۴۰ ہزار مسائل زبانی یاد تھے،

اعتراف

دنیا مین ماہرین فن کا اعتراف اگر فضیلت کا کوئی معیار ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ

---

۵۱ الزوادی عن الرحمن بن عبدالعزیز العمری ص ۳۱، ۵۲ الزوادی عن ابن وہب ص ۳۷،

اس معیار کی بنا پر امام مالک کا پایہ نہایت بلند ہے، امام مالک ارباب رائے مین داخل ہین، محدثین نے ارباب راے کا کم اعتراف کیا ہے، لیکن امام مالک باوجود انتساب راے، محدثین مین وہی درجہ رکھتے ہین جو صاحب فن اپنے اتباع اور مقلدین مین رکھتا ہے! یحیی بن معین جو حدیث و رجال کے ناقد ہین کہتے ہین" مالک امیر المومنین فی الحدیث" "مالک اقلیم حدیث کے بادشاہ ہین" محدث کبیر سفیان بن عینیہ کہتے تھے" ہم لوگ مالک کے سامنے کیا چیز ہین؟ ہم لوگ، تو اُن کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہین، اگر امام مالک نے کسی شیخ سے روایت کی ہے تو اُس سے کرتے ہین ورنہ چھوڑ دیتے ہین"

عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ" روے زمین پر مالک سے بڑھکر حدیث نبوی کا کوئی امانت دار نہین" امام شافعی فرمایا کرتے تھے،" حدیث آئے تو مالک ستارہ ہین" محدث ابن نہیک، کا قول ہے کہ" صحت حدیث مین مین مالک پر کسی کو ترجیح نہین دے سکتا"، امام ابن حنبل سے ایک شخص نے پوچھا کہ" اگر کسی کی حدیث وہ زبانی یاد کرنی چاہے تو کس کی کرے؟" جواب دیا کہ مالک بن انس کی" ابن مہدی جو نہایت مشہور محدث ہین اُن سے ایک شخص نے کہا کہ" مین نے سنا ہے کہ آپ کہتے ہین کہ مالک ابوحنیفہ سے زیادہ فقیہہ ہین" اُنھون نے فرمایا مین نے یہ تو نہین کہا،" لیکن یہ کہتا ہون کہ مالک ابوحنیفہ کے اُستاد (حماد) سے بھی زیادہ فقیہہ ہین"

سفیان بن عینیہ باین ہمہ علم وفضل، حلال وحرام اور حدیث معمول کا املا، امام مالک کے حلقہ مین بیٹھکر سنتے تھے، اور وہان سے اُٹھکر اپنے مستفیدین کے حلقہ مین بیٹھتے

تھے، سفیان ثوری جو مجتہد مستقل ہین وہ مناسک حج مین امام کی پیروی کرتے تھے،
ابن معین جو نقد حدیث مین امام ہین فرماتے ہین کہ "اصحاب زہری مین مالک سے بڑھکر
کوئی اثبت نہین" ابن معین کا دوسرا قول ہے کان مالك من حجج الله علی خلقه
یعنی "مالک خدا کیطرف سے خلق پر ایک حجت تھے"، یحیٰ بن سعید القطان جو امام حدیث ہین
فرماتے ہین کہ "مالک اس امت کے لیے رحمت تھے" ابن ابی حازم نے ناقد حدیث
دراوردی سے پوچھا کہ "اس خدا ے کعبہ کی قسم! مالک سے بڑا کوئی عالم تم نے دیکھا؟"
جوابدیا کہ "خدایا نہین"

عام حالات

اب ہم مجلس درس وافادہ سے اُٹھکر دربار شاہی مین آتے ہین، امام صاحب
سنہ ۹۳ھ مین پیدا ہوئے تھے، اور یہ وہ زمانہ تھا کہ ولید سریر آراے خلافت دمشق تھا،
لیکن پچیس برس بعد سنہ ۱۱۷ھ مین جب امام تعلیم سے فارغ ہوکر شہرت عام حاصل کررہے
تھے، تو خلافت امویہ دمشق کا دم بازپسین تھا، یہ ہشام بن عبدالملک کا عہد اخیر تھا
سنہ ۱۲۵ھ مین اُسنے وفات پائی، اسکے بعد ۸ برس کی مدت مین ولید بن ولید، ابراہیم بن
بن ولید، اور مروان بن محمد بن مروان چار بدقسمت بادشاہون کے اوراق حکومت
جلد جلد اُلٹ گئے تا آنکہ سنہ ۱۳۲ھ مین خلافت عباسیہ کے نام سے تاریخ کا نیا باب شروع ہوا۔

خلافت امویہ کا اختتام

خلافت عباسیہ کا پہلا تاجدار ابوالعباس سفاح ہے، اسکا زمانہ خلافت ساڑھے چار
برس ہے جو صرف عہد جدید کے انتظام و تدابیر اور خانہ جنگیون مین صرف ہوگیا، اسکی

خلافت عباسیہ

خلافت کے اخیر سال ۱۳۶ھ مین اسکا بھائی ابوجعفر منصور سالار حجاج بنکر حجاز گیا، اور آخر اسی سفر مبارک کی واپسی مین مژدۂ خلافت اوسکے گوش گذار ہوا، لیکن حقیقت مین ۱۳۷ھ تک یعنی جب تک ابومسلم خراسانی قتل نہوا، وہ خلیفہ نہ تھا، ۱۴۹ھ مین بغداد تعمیر ہوا، اور بغداد کے سنگ بنیاد کے ساتھ عباسیہ کی حکومت کی بنیاد بھی اوسنے ایک مضبوط چٹان پر قائم کی، اِن کامون سے فراغت پاکر ۱۴۷ھ مین حج وزیارت کے لیے مکۂ معظمہ[1] اور مدینہ منورہ آیا،

خانوادۂ خلافتِ عباسی جواب اوجِ اقبال پر تھا، چند سال پہلے صرف شرفائے قریش کا ایک گھرانا تھا، اسیلیے منصور طلب علم، اساتذہ کی صحبت، علمی مجلسون کی نشست مین اسیطرح برابر کا شریک تھا جسطرح دیگر اشراف وسادات کے خاندانون کے ہونہار بچے، منصور اِس انقلاب سے پہلے مدینہ کی درسگاہ کا ایک طالب العلم اور امام مالک کے طبقہ کا ایک شریک صحبت تھا،

خلافت کے بعد منصور کے لیے حج کا یہ پہلا موقع تھا شہر کے شرفا اور علما اوسکے استقبال کے لیے نکلے، سفیان ثوری، سلیمان خواص اور امام مالک بھی ملنے کے لیے آئے

---

[1] امام مالک اور خلیفہ منصور کے متعلق تاریخ ومناقب کی کتابون مین بہت سے منتشر وپراگندہ اور متضاد الفاظ وعبارت کے واقعات مذکور ہین جن مین باہم کوئی ترتیب تاریخی بھی نہین، ہم اُنکو بیان بہ اجمال وتلخیص ذکر کرتے ہین، اِتنا معلوم ہے کہ یہ تمام واقعات موسم حج کے اجتماع مین پیش آتے تھے، کتب تاریخ سے منصور کے سفر حج کی تاریخین ثابت ہین، ایک ۱۳۶ھ مین قبل خلافت، اسکا تو شمار نہین، خلافت کے بعد تین دفعہ اوسنے سفر حج کیے ہین پہلا ۱۴۰ھ مین دوسرا ۱۴۴ھ مین، اور تیسرا ۱۵۸ھ مین، اِسی تیسرے سفر حج مین حج سے پیشتر ۶ ذیحجہ کو منصور نے انتقال کیا (اخبار الطوال ابن حنیفہ دینوری المتوفی ۲۸۲ھ طبع مصر ص ۳۵۰-۳۶۴) غالبًا یہ تمام واقعات انہین موقعون کے ہین،

کہ کل تک تو علم حدیث کی مجلسون مین ہمارے ساتھ یہ برابر کا شریک تھا، دیکھیں اب وہ کس حال مین ہے؟ دربار مین حجاز کے تمام علما، اور فقہا موجود تھے، منصور نے امام صاحب کی طرف روے خطاب کرکے کہا، "اے ابو عبداللہ! (امام کی کنیت) مین اختلافات فقہی سے گھبرا گیا ہون، عراق مین تو کچھ نہین ہے شام مین صرف جہاد کا شوق ہے وہان کوئی بڑا علم نہین، جو کچھ ہے وہ حجاز مین ہے اور حجاز کے علما کے سرخیل آپ ہین، مین چاہتا ہون کہ آپ کی اِس تصنیف (موطا) کو خانۂ کعبہ مین آویزان کردون، کہ لوگ اِسی کی طرف رجوع کرین، اور تمام اطراف ملکت مین اسکی نقلین بھیجون تاکہ اِسی کے مطابق لوگ فتویٰ دین" بعض روایتون مین ہے کہ اُسنے ایک ایسی کتاب کی تالیف کی خواہش ظاہر کی جو ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ وابن عمرؓ کے اُصول فقہ کے بین بین اور معتدل ہو، اسکے بعد امام صاحب نے موطا تالیف کی،

انکار

بہرحال جاہ پسند علما کے لیے یہ وہ طلائی موقع تھا کہ جس سے زیادہ کوئی بیش قیمت ان کو کبھی نہین مل سکتا تھا، لیکن امام صاحب کے لیے یہ بھی لغزش قلم کا باعث نہوا، اونھون نے فرمایا کہ "صحابہ تمام اطراف ملک مین پھیل گئے تھے، اُن کے فتاوی اور احکام اپنے اپنے مقام مین وراثۃً اُنکے فقہا اور علما تک پہونچے ہین، اور ہر جگہ وہی مقبول ہین، ایسی حالت مین ایک شخص کی رائے وعقل پر جو صحت وغلطی دونون کرسکتا ہے تمام ملک کو مجبور کرنا مناسب نہین" منصور نے کہا "اگر آپ مجھ سے متفق ہوتے تو مین یہی کرتا"،

ا؎ تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی جز اول؛ کتاب الامامۃ ابن قتیبہ ج ۲ صفحہ ۱۷۲، مناقب مالک للزواوی صفحہ ۴۲، باختلاف عبارت

ایک بار اوسنے پوچھا کہ "اے ابوعبداللہ! تم سے بھی زیادہ کوئی عالم ہے؟ امام نے فرمایا "ہان" پوچھا "وہ کون ہے" فرمایا "اُن کے نام یاد نہین" منصور نے کہا "مین بنوامیہ کے زمانہ مین طلب علم کرچکا ہون، سب کو جانتا ہون"[1]

امام مالک کے فضل و کمال کا اعتراف منصور نے نہ صرف امام کے سامنے کیا بلکہ پیچھے بھی کرتا تھا، سفیان ثوری اور سلیمان خواص ایک بار منصور سے ملنے گئے، منصور نے خیمہ کے اندر بلایا، سفیان ثوری نے کہا کہ یہ فرش جب تک اُٹھایا نہ جائے مین نہین آسکتا، فرش اُٹھگیا تو آیت مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ "اسی خاک سی تمکو پیدا کیا، اور اسی خاک مین تمکو لائین گے، اور پھر اسی خاک سے تمکو اُٹھائین گے" پڑھتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئے، منصور آبدیدہ ہوگیا، سفیان ثوری دیر تک بالفاظ سخت نصیحت کرتے رہے، پھر اُٹھکر چلے آئے، ابوعبید جو دربار کا ایک عہدہ دار تھا، اُسنے کہا "امیرالمومنین ایسے زبان دراز شخص کے قتل کا حکم کیون نہین دیتے؟" منصور نے کہا "خاموش! سفیان ثوری اور مالک ابن انس کے سوا کوئی نہین جسکا ادب کیا جائے"

شاید یہ واقعۂ تاریخی تمکو معلوم ہو کہ حضرتِ علیؓ کے بعد ہاشمیون کے مقابلہ مین جب بنوامیہ نے نمایان کامیابی حاصل کر لی، تو بنو ہاشم نے جن مین بنوعباس، بنوفاطمہ اور عام علوئین داخل تھے سب ملکر ایک خلافت ہاشمیہ کے قیام کی مخفی کوششون مین مشغول ہوگئے،

[1] مناقب للزواوی صفحہ ۲۴، عن ابن ابی حاتم؛

اولاً کوششون کا مرکز امامت، خاندانِ فاطمی وعلوی تھا، امام حسین کے بعد محمد بن حنفیہ حضرت علی کے غیر فاطمی صاحبزادہ امام ہوئے، اِن کے بعد ابوہشام عبداللہ علوی، ابوہشام کا حمیمہ واقع شام مین انتقال ہوگیا، وہان محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے سوا کوئی اور ہاشمی موجود نہ تھا، اس لیے ابوہشام نے اپنی جانشینی کی وصیت محمد عباسی کے حق مین کی، یہ پہلا دن ہے کہ خلافت کا ادّعا خاندان علوی سے منتقل ہوکر خاندان عباسی مین آتا ہی،

محمد بن علی عباسی نے ۱۲۴ھ مین وفات پائی، اور انکی جگہ انکے بیٹے ابراہیم بن محمد عباسی امام تسلیم ہوئے، ابراہیم، مروان اموی کے ہاتھ گرفتار ہوکر مرگئے یا مارے گئے، شیعۂ عباسیین نے اِس غم مین سیاہ کپڑے پہنے، اور اِسوقت سے سیاہ رنگ عباسیون کا نشان ہوگیا، ابراہیم کے بعد ابوالعباس سفاح بنو ہاشم کے سرخیل ہوئے، آخر ۱۳۲ھ مین اسکو کوششون نے کامیاب کیا، سفاح نے کامیابی کے بعد حق خلافت بنو ہاشم مین سے صرف بنو عباس کے ساتھ مخصوص کردیا،

ایک طرف تو نئے تاجدار امویون کے استیصال مین اونکی قبرونکی ہڈیان تک اکھاڑ رہے تھے، اور اموی د مردانی چُن چن کر جہان ملتے تھے مارے جارہے تھے، خراسان کی وحشی سپاہ صدہون کی تسخیر اور بغاوتون کے فرو کرنے مین جائز بیجا ہر قسم کے امور کا تمام ملک مین ارتکاب کررہی تھی؛ دوسری طرف تخصیص خلافت سے فاطمیون و علویون مین ناراضی پیدا ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کو قسمت کے اِن نئے مالکون سے جس امن وصلح وانصاف کی توقع تھی پوری نہوئی تاہم سفاح تک عملاً کوئی ناراضی ظاہر نہوئی، لیکن منصور نے احتیاط

یا سوءظن کی بنا پر فاطمی و علوی سادات کی بیخ کنی شروع کر دی، آخر تنگ آکر انہین سادات مین سے ۱۴۵ھ مین محمد نفس زکیہ نے مدینہ مین علم بغاوت بلند کر دیا، اکثر لوگون نے ان کا ساتھ دیا، لیکن تقدیر ساتھ نہ تھی، بڑی بہادری سے میدان جنگ مین لڑکر مارے گئے، اِن کے بعد ان کے بھائی ابراہیم اِس سروسامان سے نکلے کہ منصور بدحواس ہوگیا، چند مہینون کے بعد ابراہیم کی شہادت پر جنگ کا خاتمہ ہوگیا، منصور نے اپنے عمزاد بھائی جعفر کو مدینہ کا والی مقرر کیا،

امام مالک منصور کی ملاطفتون کے باوجود اِن تمام کوششون مین حق کے ساتھ تھے، امام صاحب نے فتویٰ دیا کہ "خلافت نفس زکیہ کا حق ہے" لوگون نے پوچھا کہ "ہم منصور کی بیعت پر حلف اُٹھا چکے ہین" امام صاحب نے فرمایا "منصور نے جبرًا بیعت لی ہے، اور جو کام جبرًا کرایا جائے، شرع مین اُسکا اعتبار نہین، حدیث ہے کہ اگر جبرًا طلاق کسی سے دلائی جائے تو واقع نہ ہوگی،

طلاقِ مُکرہ کا فتویٰ

جعفر نے مدینہ پہونچکر نئے سرے سے لوگون سے بیعت لی، امام مالک کو کہلا بھیجا کہ آیندہ طلاق جبری (مُکرہ) کے عدم اعتبار کا فتویٰ نہ دین کہ لوگون کو بیعت جبری کی بے اعتباری و عدم صحت کے لیے سند ہاتھ آئے، امام سے ترک حق کی توقع کسقدر بیجا خواہش تھی! امام صاحب بدستور معاملۂ جبری کے عدم صحت کا فتویٰ دیتے رہے، سُلیمان نے غضبناک ہوکر حکم دیا کہ اِن کو ستر کوڑے مارے جائین، امامِ دارالہجرۃ محکمۂ امارت مین

[1] اِن واقعات کے لیے دیکھو کتاب الامامہ ج۲ صفحہ ۲۸۲، ابن خلدون ج۳ ص ۱۹۰،

تعزیر

گنہگارون کی طرح لایا گیا، کپڑے اُتارے گئے، اور شانۂ امامت پر دستِ ظلم نے ستر کوڑے پورے کیے، تمام پیٹھ خون آلودہ ہوگئی، دونون ہاتھ مونڈھے سے اُتر گئے، اسپر بھی تسلی نہوئی تو حکم دیا کہ اونٹ پر بٹھا کر شہر مین انکی تشہیر کی جائے[۱] امام صاحب باین حال زار بازارون اور گلیون سے گذر رہے تھے، اور زبان صداقت نشان آواز بلند کہہ رہی تھی "جو مجکو جانتا ہے وہ جانتا ہے، جو نہین جانتا ہے، وہ جان لے، کہ مین مالک بن انس ہون، فتویٰ دیتا ہون کہ "طلاق جبری درست نہین[۲]"

اسکے بعد اسی طرح خون آلودہ کپڑون کے ساتھ مسجد نبوی مین تشریف لائے، پشت مبارک سے خون صاف کیا، اور دو رکعت نماز پڑھی اور لوگون سے فرمایا کہ "سعید بن مسیب کو جب کوڑے مارے گئے تھے تو اُنھون نے بھی مسجد مین آکر نماز پڑھی تھی[۲]" یہ تعزیر گو تحقیر کے لیے تھی لیکن اسنے امام کی عزت و وقار کے پایہ کو اور بلند کر دیا، یہ واقعہ ۱۴۶ھ کا ہے[۳]

منصور کی لاعلمی و ندامت

بقول ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ (اگر وہ کتاب الامامۃ کا مصنف ہے) جعفر والی مدینہ کی یہ حرکت منصور کو پسند نہ آئی، اور فوراً اُسکو معزول کر کے بذلت تمام گدھے پر سوار کرکے بغداد طلب کیا، اور امام مالک کو معذرت کا خط لکھا؛

دوسرے سال ۱۴۷ھ مین جبکہ تمام حجاز و عراق مین سکون ہو چکا، تو حج کے ارادہ سے منصور حجاز آیا، امام مالک ملنے کو آئے، اور بعض روایتون مین ہے کہ حج سے پہلے خود امام کو

---

۱ طبقات ابن سعد ترجمۂ مالک، مناقب مالک للزوادی، ۲ تزئین الممالک نقلاً عن الخطیب روایۃ عن ابی وہب ص ۱۲، ۳ کتاب الانساب للسمعانی ترجمۂ اصبحی

بغداد بلایا، گئے تو نہایت تعظیم سے ملا اور بوثوق کہا کہ "نہ مین نے تعزیر کی اجازت دی اور نہ مجھے اسکا علم ہوا" امام صاحب نے فرمایا کہ "ہان آپ کو اطلاع نہوگی"، اس تمہید کے بعد منصور نے سلسلۂ تقریر اسطرح شروع کیا،

منصور کی تقریر

"اے ابوعبداللہ! جب تک آپ زندہ ہین آپ اہل حرمین کے ملجا و ماوی ہین، جن مصائب کا اُنکو نشانہ بننا چاہئے، صرف آپ کی ذات سے وہ اُن سے محفوظ ہین، مجکو جہانتک علم ہے ان دونون مقامات کے باشندے نہایت فتنہ جو ہین، اور پھر اُن مین اتنی طاقت بھی نہین کہ استقلال سے مقابلہ کرسکین، مین نے دشمن خدا (جعفر) کی نسبت حکم دیا ہے کہ وہ مدینہ سے بغداد گدھے پر سوار ہو کر جائے اور اُسکو ذلت و ایذا پہونچائی جائے،"

خلعت

امام صاحب نے فرمایا "اِس انتقام کی حاجت نہین، امیرالمومنین اور پیغمبر خدا صلعم کی قرابت کی خاطر مین اُسکو معاف کرتا ہون[1]"، منصور نے خلعت پیش کیا، قاعدہ تھا کہ خلعت کے کپڑے درباری کے کندھے پر رکھدیے جاتے تھے، حاجب نے یہی عام طریقہ امام صاحب کے ساتھ برتنا چاہا، امام صاحب پیچھے ہٹ گئے، منصور نے حاجب کو ڈانٹا کہ "اس خلعت کو ابوعبداللہ کے فرودگاہ مین پہونچا دو"،

منصور کی زبان سے تعزیر کا سبب

اِس سوال و جواب اور تعظیم کے الفاظ کو چھوڑ کر، منصور کے الفاظ دوبارہ پڑھو، نظر آئیگا کہ امام مالک کی تعزیر کن اسباب کا نتیجہ ہے؟ اہل حرمین بغاوت پسند ہین، اور آپ حرمین کے مقتدی اور امام ہین اسلیے بغیر آپکے اشارہ کے یہ باتین نہین ہوئین اور پھر منصور

[1] کتاب الامامۃ ج ۲ ص ۲۰۰ تا ۲۰۵،

سادات محبوس کی خدمت مین امام کی سفارت

کی ستم ظریفی دیکھو کہ باوجود اِس علم کے کہ امام سادات کے طرفدار ہین، مدینہ مین جو سادات جرم بغاوت مین قید تھے، اُن کے پاس اپنی طرف سے خود امام مالک کو سفیر بنا کر بھیجا[1]،

امام مالک طلبی

منصور کو ایک بار معلوم ہوا کہ علما کو میری حکومت سے ناراضی ہی، اس نے خلافِ وقت شب کو ابن ابی ذئب و ابن سمعان فقہائے حجاز اور امام مالک کو طلب کیا، امام صاحب واقعہ سمجھ گئے، زندگی سے نا اُمید ہو کر غسل فرما کر کفن کے کپڑے پہنکر اور حنوط (مردون کو لگایا جاتا ہے) ملکر دربار مین آئے، منصور نے کہا اے گروہ فقہا! مجکو ایک خبر معلوم ہوئی ہے جس سے افسوس ہے، حالانکہ تمھارا فرض تھا کہ سب سے پہلے تم میری اطاعت کرتے، اور مجکو بُرا کہنے سے باز رہتے، اگر مجھ مین کچھ عیب ہوتا تو تم مجکو نصیحت کرتے،

امام صاحب نے فرمایا کہ اے امیر المومنین! خداے پاک ارشاد فرماتا ہے، یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِن جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوا أَن تُصِیبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِینَ (مسلمانو اگر کوئی فاسق تمکو کچھ خبر دے، تو اُسکی تحقیق کرو، ایسا نہو کہ نادانستگی مین بے گناہون کو ستاؤ، پھر اپنے کیے پر تمکو ندامت ہو)

منصور کی نسبت اظہار رائے سے انکار

منصور نے کہا اچھا بتاؤ کہ "مین تمھارے نزدیک کیسا ہون"؟ امام نے فرمایا "لِلّٰہ مجھے اسکے جواب دینے سے معاف کرو"، منصور نے ابن سمعان کی طرف رُخ کیا کہ "تم بتاؤ مین کیسا ہون"؟ ابن سمعان بولے "امیر المومنین! آپ سب سے بہتر ہین، حج کرتے ہین، جہاد کرتے ہین، مظلومون کی امداد کرتے ہین، اسلام کی پشت پناہ ہین، عادل ہین"، اب

---

[1] کتاب العبر ابن خلدون ج ۳ ص ۱۵۹،

ابن ابی ذئب کی راستگوئی

منصور نے ابن ابی ذئب سے پوچھا کہ ابن ابی ذئب! تم مجکو کیسا سمجھتے ہو، ابن ابی ذئب نے نہایت دلیری سے کہا، "کہ تم بدترین مخلوق ہو، مسلمانون کی تمام دولت اپنی شان وشوکت مین صرف کرتے ہو، غریبون کو ہلاک اور امیرونکو پریشان کرڈالا، بتاؤ کل تم خدا کے سامنے کیا جواب دوگے"، منصور نے کہا "تم دیکھتے ہو کہ تمھارے سامنے یہ کیا چیز ہے"، ابن ابی ذئب نے کہا "ہان ننگی تلوارین دیکھتا ہون لیکن آج کی موت کل کی موت سے بہتر ہے"

تھوڑی دیر کے بعد ابن سمعان اور ابن ابی ذئب اُٹھکر چلے گئے، لیکن امام تشریف فرما رہے منصور نے کہا "مجھے آپکے کپڑون سے حنوط کی بوآتی ہے، امام صاحب نے فرمایا اِس بیوقت طلب سے مین اپنی زندگی سے مایوس ہوکر آیا تھا، منصور نے کہا "سبحان اللہ ابوعبداللہ! کیا مین خود اپنے ہاتھ سے اسلام کا ستون گراؤن گا[1]!"

محمد المہدی

اِسی سفر حج مین حج سے پہلے ۶- ذیحجہ ۱۵۸ھ مین منصور نے انتقال کیا، اور محمد المہدی اُسکا جانشین ہوا، دو سال کے بعد ۱۶۰ھ مین مہدی مع شہزادگان خلافت موسیٰ وہارون حج کے ارادہ سے عازم حجاز ہوا، حج سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ آیا، شہر کے قریب پہونچا تو شرفاء وعلمائے شہر نے استقبال کیا، جن مین امام مالک بھی داخل تھے، مہدی نے امام کو دیکھا، تو اِدھر توجہ کی، اور سلام کرکے سینہ سے لگالیا، اِس سال حجاز مین سخت قحط تھا، موقع پاکر امام نے فرمایا، "امیرالمومنین! اِسوقت آپ جس شہر مین جارہے ہین وہان

اہل مدینہ کے لیے درخواست

مہاجرین وانصار کی اولاد آباد ہے وہ روضۂ نبوی کے ہمسایہ ہین، مہدی امام کا مقصود سمجھ گیا اور

[1] کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۲۰۶ مصر،

۲۵ لاکھ درم امام کے پاس بھیجدیے کہ تقسیم کردیجیے، امام صاحب نے رقم اپنے معتمد تلامذہ کے حوالہ کی کہ حسب حاجت لوگون مین تقسیم کردین[1]،

تین ہزار دینار اپنے حاجب اعظم ربیع کے ہاتھ امام کی خدمت مین بھیجے اور خواہش ظاہر کی کہ آپ بغداد میرے ساتھ چلین، امام صاحب نے قاصد سے کہا تھیلیان اب تک سربستہ اسی طرح پڑی ہین، جی چاہے لے جاؤ، لیکن مالک مدینہ نہین چھوڑ سکتا، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے، المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون[2]،

مہدی نے سواری بھیجی کہ اسپر سوار ہوکر بارگاہِ خلافت مین آئین، سواری واپس کردی کہ مین مدینہ مین سوار ہوکر نہین نکلتا، کہ انھین گلیون مین حضرت سرورِ کائنات صلعم پھرتے تھے، پیادہ آئے، بیمار تھے اسلیے بعض مشاہیر علمائے مدینہ سے ٹیک لگاکر بیٹھے، مہدی نے کہا سبحان اللہ! اگر مین یہ خدمت ان سے لینا چاہتا تو شاید ان مین سے کوئی قبول نکرتا، مغیرہ نے کہا امیر المومنین! مالک جس سے ٹیک لگاکر بیٹھین وہ اسکے لیے شرف ہے[3]،

مہدی نے کہا ایک ایسی کتاب تالیف فرمائیے کہ تمام مسلمانون کو مین اُسکے عمل پر مجبور کردون، امام مالک نے افریقہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اِس حصہ کی تکلیف سے تو مین نے تم کو بچالیا، شام مین ایک شخص (امام اوزاعی) موجود ہے، اور اہل عراق تو اہل عراق ہین[4]،

مہدی نے اِسی سفر مین موطا کی سماعت حاصل کی، بلکہ بعض روایتون مین ہے کہ مہدی ہی کے لیے امام نے موطا لکھی گو یہ صحیح نہین، مہدی نے موسیٰ و ہارون اپنے دونون

---

[1] کتاب الامامہ ج ۲ ص ۲۹۰ و مناقب الک للزواوی ص ۲۷، [2] تذکرۂ ذہبی ج ۱ صفحہ ۱۸۹ [3] زوادی عن ابی مصعب صفحہ ۲۰، [4] زوادی عن ابراہیم بن حمادی الزہری صفحہ ۲۷،

بیٹون کو حکم دیا کہ امام سے موطا سنین، شہزادون نے امام کو بلا بھیجا، امام صاحب نے فرمایا
"علم بیش قیمت شے ہے اسکے پاس خود شائقین آتے ہین،" مہدی کی اجازت سے دونون
شہزادے خود مجلس درس مین حاضر ہوئے، شہزادون کے اتالیق نے کہا، پڑھکر سنائیے،

قرارت سے انکار

امام صاحب نے فرمایا کہ ہمارے علما کا دستور یہ ہے کہ طلبہ پڑھین شیوخ سین، مہدی کو خبر
دی گئی، اسنے کہا کہ ان علمار کی اقتدا کرو اور تم خود پڑھو، چنانچہ شہزادون نے خود پڑھا
اور امام نے سماعت کی[1]،

موطا اور ہادی

مہدی نے ۱۶۹ھ مین وفات پائی، اور اسکی جگہ موسی ملقب بہ ہادی تخت نشین ہوا
موسی کی خلافت کا زمانہ ایک برس ہے، زمانۂ شہزادگی کے سوا پھر امام سے اسکو شرف اندوزی
کا موقع نہ ملا،

ہارون الرشید

ہادی کے بعد ۱۷۰ھ مین مسند آلِ عباس پر وہ فرمانروا جلوہ نما ہوا، جس کی نسبت
شاعر کہتا ہے؛

فمن یطلب لقاءک او یردہ	فبالحرمین او اقصی الثغور
اے ہارون! جو تیری ملاقات کا طالب ہو	تو اُسکو حرمین مین تو ملیگا یا دشمنوں کی سرحد پر
ففی ارض العدو علی طمرّ	وفی ارض البنیۃ فوق کور
دشمنون کی سرزمین مین تو صبا رفتار گھوڑے پر	اور ارض حرم مین محمل پر

موطا بارگاہ خلافت مین

اسوقت امام مالک کی تصنیفات تمام ملک مین پھیل چکی تھین، خلافت کے پہلے ہی

---

[1] تزئین الممالک عن فضائل مالک لابن فہر ص ۴۵،

سال حج وزیارت کے لیے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ آیا، لوگ پیادہ استقبال وتہنیت کے لیے نکلے، امام صاحب بھی محمل مین سوار ہوکر آئے، ہارون رشید نے امام کو دیکھکر نہایت خوشی ظاہر کی، اور کہا کہ "آپ کی تصنیفات پہونچین، خاندان کے نوجوانون کو اُن کے مطالعہ کی تاکید کی ہی، لیکن اسکا کیا سبب ہے کہ ہم نے اِن مین ابن عباسؓ اور علی بنؓ ابی طالب کی روایتین نہین پائین"، امام نے فرمایا کہ "اے امیرالمومنین یہ دونون بزرگوار ہمارے شہر مین نہ تھے"

علی وابن عباس سے عدم روایت کا سبب

سنہ ۱۷۴ھ مین رشید امین اور مامون اپنے دونون شہزادون کو لیکر حج کے لیے آیا، رشید نے امام کو موطا کی املا کے لیے خود سراپردۂ خلافت مین طلب کیا، امام صاحب نے بدستور انکار کیا، اور خود موطا کے بغیر تشریف لائے رشید نے شکایت کی، امام صاحب نے فرمایا "ہارون رشید! علم تیرے گھر سے نکلا ہے خواہ اُسکو ذلیل کر خواہ عزت دے"، ہارون رشید متاثر ہوا، محمد الامین اور عبداللہ المامون دونون شہزادون کو لیکر مجلس درس مین حاضر ہوا، وہان طلبہ کا عام ہجوم تھا، رشید نے کہا "اِس بھیڑ کو الگ کر دیجیے"، امام نے فرمایا "شخصی فائدہ کیلیے عام افادہ کا خون نہین کیا جاسکتا"، ہارون رشید مسند پہ بیٹھ گیا، امام نے فرمایا "امیرالمومنین تواضع پسندیدہ ہے"[1] ہارون نیچے اُترگیا دوسری منزل قرأت وسماعت کی تھی، ہارون نے کہا "آپ قرأت کیجیے" امام فرمایا "خلافِ عادت ہی"، یہ کہکر معن بن عیسے کو اشارہ کیا جو ایک مستعد طالب العلم تھے اور آگے چلکر بڑے بڑے محدثین کے اُستاد ہوئے، اُنھون نے قرأت شروع کی ہارون نے مع شہزادونکے سماعت کی،

ہارون وامین ومامون مجلس درس مین

[1] تزئین الممالک عن الخطیب ص ۴۸

مجلس حدیث

اس سفر مین شام و عراق و حجاز کے کل علما ساتھ تھے، قاضی ابو یوسف بھی اِس مجمع مین شریک تھے، ہارون رشید نے اِن تمام علما کی ایک علمی مجلس منعقد کی، امام صاحب مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے، موطا کا املا شروع ہوا، ہر مسئلہ کے اختتام پر فقہا او محدثین سکوت کی زبان سے صحت کا اعتراف کرتے جاتے تھے، فقہی معلومات کا ایک دریا تھا، جو زبانِ امامت سے اُمنڈ اُمنڈ کر سواحل قلوب مین موجین لے رہا ہے،

جب مجلس ختم ہوگئی، اور امام صاحب واپس تشریف لے گئے تو ہارون رشید نے حاضرین مجلس کو خطاب کیا:

"اُے فقہائے عراق و حجاز! کیا تم کو اُن مسائل مین کچھ کلام ہے جو مالک ابن انس نے اسوقت تمکو سنائے ہین؟" فقہا نے متفقاً جواب دیا کہ "نہین ہین ایک مسئلہ کے سوا اور کسی مین کلام نہین ہے" ہارون رشید نے کہا کہ عجب نہین کہ امام مالک کے اِس مسئلہ کا ماخذ قرآن ہو، بہر حال ہارون رشید نے امام صاحب کو بُلا بھیجا، امام صاحب تشریف لائے تو ہارون رشید نے کہا "اُے ابو عبد اللہ موطا کے ایک مسئلہ سے اِن کو اختلاف ہے آپ اپنے اِس مسئلہ کی صحت کی دلیل انکو بتائے" ہارون رشید کو امام صاحب کے ساتھ جو خلوص و اعتقاد ہے اُسکو اِس سے اندازہ کرو کہ تمام فقہا کے مقابلہ مین کہتا ہے "اور مین بھی اِس مسئلہ مین آپ کے ساتھ ہون"، امام صاحب نے قرآن و حدیث سے اُسکے دلائل پیش کیے اور سب نے تسلیم کر لیا،

اسکے بعد امام صاحب نے ہارون کی طرف خطاب کیا "اے امیر المومنین جسطرح

آپ نے یہان اسوقت مجھے یاد کیا آپ کے والد نے بھی اسیطرح اور یہین مجھے یاد کیا تھا اور یہین سے اُن کو حدیثین سُنائی تھین"، بعدازان امام صاحب نے مدینہ کے فقرا اور ستم رسیدون کی طرف توجہ دلائی، ہارون رشید نے زر کثیر سے فقراے مدینہ کی امداد کی،

مسجد نبوی مین ایک منبر تھا جس پر بیٹھکر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے، اس منبر مین صرف تین زینے تھے امیر معاویہ نے اسمین چند زینون کا اور اضافہ کردیا تھا، ہارون رشید نے چاہا کہ زائد زینے نکال کر پھر منبر نبوی اپنی اصلی حالت پر کردیا جائے، امام صاحب سے مشورہ کیا، امام صاحب نے فرمایا کہ ایسا نہ کیجیے، کہ اِس منبر کی لکڑی کہنہ اور کمزور ہے کہین ایسا نہو کہ تختہ نکلے اِدھر اُدھر کرنے مین ٹوٹ جائے، اور اصل سبب یہ ہے کہ وفات نبوی کے وقت مدینہ یادگار ہاے رسالت سے معمول تھا، بستر، پیالہ، عصا، موے مبارک، نعلین بہت سی چیزین مدینہ مین تھین، لیکن آج مدینہ نے ایک ایک کرکے سبکو کھو دیا، تاراج شدہ سرمایہ سے صرف ایک یہی منبر رہ گیا ہے، جو بھاری ہونے کے سبب سے مسجد نبوی سے کبھی نکلتا نہین اگر اسمین کہین تین زینے کردیے جائین گے تو مجھکو خوف ہے کہ مسجد نبوی کے بدلے بارگاہ خلافت نہ اِس سے مزین ہو، ہارون رشید بھی اس نکتہ کو سمجھ گیا اور اپنے خیال سے باز آیا[۵]۔

ابونعیم نے حلیہ مین خود امام مالک سے روایت کی ہے کہ ہارون رشید نے چاہا کہ موطا کو خانۂ کعبہ مین آویزان کیا جائے اور تمام مسلمانون کو فقہی احکام مین اُس کے

[۵] کتاب الامامۃ والسیاستہ ج ۲ ص ۲۹۰،

پیروی پر مجبور کیا جائے یہ وہ موقع تھا کہ عزت طلب اشخاص کے لیے اس سے زیادہ طلائی موقع ہاتھ نہین آسکتا، لیکن امام نے جواب دیا "ایسا نہ کر دخود صحابہ فروع مین مختلف ہین اور وہ ممالک مین پھیل چکے ہین اور ان مین ہر شخص راہ صواب پر ہے"

امام صاحب نے ہارون رشید کی خلافت مین وفات پائی، امین و مامون شہزادگی کے عہد مین امام صاحب سے مستفید ہو چکے تھے، ہارون رشید کے نام امام کا ایک رسالہ بھی ہے جسمین امام نے ہارون کو نصائح کیے ہین، اور آداب وسنن کی تعلیم دی ہے، رسالہ مصر مین ۱۳۲۲ء مین چھپ گیا ہے اور لاہور مین اُسکا اُردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے،

ہارون کے نام خط

ہارون رشید کی اس ملاقات، شہزادون کی حاضری، امام کا ہارون رشید سے آزادانہ مکالمہ اور شہزادون کو درس مین مخصوص وغیر مساویانہ درجہ دینے سے انکار ان موثر واقعات نے میرے قلم سے ایک نظم کی صورت اختیار کر لی ہے،

نازشِ دودۂ عباسیہ ہارون رشید — اک دفعہ شہر مدینہ کا کیا اُس نے سفر
ساتھ شہزادۂ مامون و امین دونون تھے — ایک تھا لختِ جگر، دوسرا تھا نور بصر
اس زمانہ مین مدینہ کا تھا گوشہ گوشہ — چشمۂ نور ہدیٰ، منبع قرآن واثر
مجلسِ خاص مگر مسجدِ نبوی مین تھی — مسندِ مالک ابنِ انس پاک گہر (حدیث)
یہ وہ تھی بزم جہان قال رسولؐ کے سوا — نہ کوئی اور صدا تھی، نہ کوئی اور خبر
نغمہ سنجانِ ازل دور سے یان مہر بلب — قدسیانِ حرمِ پاک یہان گوش بدر
ہر طرف زمزمۂ حدثنا اخبرنا — ہر طرف شور فگن صلِّ علیٰ خیر البشر
ایک نقطہ پہ یہان جمع تھا سارا عالم — ہند و چین شام و عرب مغرب و مصر و بربر
آرزو تھی یہ خلیفہ کو مدینہ آکر — جائین محروم نہ اس در سے مرے لختِ جگر

پہنچا یہ حکم خلافت سے کہ "اے ابنِ انس — مجمعِ عام مین جا سکتے نہین میرے پسر

اسلیے آج یہ بہتر ہے کہ املاے حدیث — آپ دین خاص اُنھین ایوانِ شہی مین آکر"

سُن کے فرمانِ خلافت کو یہ ارشاد ہوا — "اے خلیفہ! اتری تعمیل ضروری ہے مگر

ہے یہ علمِ نبوی تیرے ہی گھر کی دولت — خواہ حرمت اسے دے خواہ اہانت اسکی کر"

سُن کے ہارون نے دربارِ امامت کا جواب — بھیجا پیغام کہ "خیر آپ نہ آئین گے اگر

خود یہ شہزادے وہان درس مین حاضر ہونگے — لیکن اورونکا نہو بزم مین اسوقت گذر"

مالکِ ابنِ انس نے اُسے کہلا بھیجا — "میرے کاشانہ مین ممکن نہین تمیزِ بشر

درگہِ خاص نہین، درسگہِ عام یہ ہے — ہو مساواتِ بشر معنیِ اسلام یہ ہے"

وفات

امام صاحب کی عمر شریف اب ۸۱ برس کو پہونچ چکی تھی، نہایت ضعیف اور ناتوان ہوگئے تھے، مسجد نبوی مین آنا، نماز جماعت مین شریک ہونا، اور ادھر ادھر غم و شادی کی تقریبون مین آنا جانا تو پہلے سے ترک ہوگیا تھا، لوگ اعتراض کرتے تھے تو فرماتے کہ "ہر شخص اپنا ہر عذر نہین بیان کرسکتا، معن بن عیسیٰ المتوفی ۱۹۸ھ جو امام کے عزیز ترین شاگرد تھے اور جو صحاح کے رُواۃ مین داخل ہین، وہ اسوقت امام کے خادم تھے، امام صاحب انھین کا سہارا پکڑکر چلتے تھے، لیکن اِس ضعف و ناتوانی کے عالم مین بھی درس و افتا کی خدمت جاری تھی، یحیٰی بن یحیٰی اُندلسی مصمودی امام اُندلس جب دوسری بار مصر سے لوٹ کر مدوّنہ کی سند لینے کے لیے آئے تھے تو امام صاحب بستر مرض الموت پر تھے، اتوار کے روز بیمار پڑے، اور تقریباً تین ہفتہ تک بیمار رہے، مرض کی شدت مین کوئی تخفیف نہ ہوئی، لوگون کو یقین ہوگیا کہ اب وقت آخر ہے، مدینہ کے تمام علما و امرا

آخری دیدار کے لیے جمع ہو گئے، یحییٰ اُندلسی کا بیان ہے کہ مجھے تو اپنی محرومی کا رونا ہی تھا، وہ لوگ بھی جو مدتون امام کی ملازمت کا شرف حاصل کر چکے تھے، وہ بھی روتے تھے، تلامذہ کے علاوہ حدیث وفقہ کے ۱۶۰ علما مودب باچشم گریان آس پاس بیٹھے تھے،

امام کی حرکت آہستہ آہستہ سرد ہو رہی تھی، آنکھون سے آنسو جاری تھے، قعنبی جو امام کے اخص تلامذہ مین سے تھے، وہ اِسی وقت حاضر ہوئے، اور گریہ کا سبب دریافت کیا، فرمایا کہ "قعنبی! مین نہ روؤن تو کون روئے، اے کاش! مجکو میرے ہر قیاسی فتوی کے بدلا ایک کوڑا مارا جاتا، اور مین فتویٰ نہ دیتا، گریہ جاری تھا، لب متحرک تھے کہ مرغِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا۔ اب بھی اسی طرح اردگرد طلبا، وعلما کا ہجوم تھا لیکن صدر نشینِ بزم اب حیات جاوید کے بستر پر آرام کر رہا تھا،

امام صاحب بروایت صحیحہ ۹۳ھ مین پیدا ہوے، اور ۱۱۔ ربیع الاول ۱۷۹ھ کو انتقال فرمایا، ۸۶ برس کی عمر شریف پائی، ۱۱۷ھ مین مسند درس پر قدم رکھا تھا، ۶۲ برس تک علم و دین کی خدمت مین مصروف رہے،

جنازہ مین ایک خلقت کا ہجوم تھا، والی مدینہ عبداللہ بن محمد ہاشمی خود پیادہ پا شریک تھا، اور نعش اُٹھانے والون مین خود وہ بھی داخل تھا، جنتہ البقیع مدینہ مین ایک مشہور مقام ہے، یہان صرف وہ لوگ بستے ہین جو حیات اولیٰ کے منازل طے کر چکے ہین، اسلام کے ارکان عظام ام المومنین عائشہ، حضرت عثمان، امام حسین، حضرت فاطمہ، حضرت حفصہ اور دیگر اعلام اسلام اسی کی خاک مین مدفون ہین، امام مدینہ کا جسد مبارک

بھی اِسی خاک کو سپرد ہوا[۱]،

عمر بن سعد انصاری نے اسوقت یہ شعر کسی کو خواب مین پڑھتے سُنا،

لقد اصبح الاسلام زعزع رکنہ	غداۃ ثوی الھادی لدی ملحد القبر
اسلام کے ستون ہل گئے	جس صبح کو کہ رہنما قبر مین آسودہ ہوا
امام الھدی ما زال للعلم صائنا	علیہ سلام اللہ فی آخر الدھر
وہ ہدایت کا پیشوا اور علم کا ہمیشہ محافظ رہا	اوسپر تا قیامت خدا کا سلام ہو

دور دراز شہرون اور ملکون کے علما کو جب امام کی وفات کی خبر پہونچی تو ہر جگہ اُن کا ماتم کیا گیا، کوفہ مین سفیان بن عیینہ کو جب معلوم ہوا تو اُن پر سکوت طاری ہو گیا اور جب بولے تو یہ بولے کہ ما ترک علی وجہ الارض مثلہ روے زمین پر مالک نے اپنی مثال نہین چھوڑی، حماد بن زید نے کہا،

رحمہ اللہ کان من الدین بمکان	خدا اونپر رحم کرے، مذہب مین اونکا بڑا رتبہ تھا

امام کا غم ۳۲۲ سال کے بعد بھی پاک دلون سے کم نہ ہوا تھا، ابو محمد جعفر قاری بغدادی المتوفی ۵۰۰ھ نے امام کا مرثیہ کہا[۱]،

سقی جدثا ضم البقیع بمالک	من المزن مرعاد السحائب مبراق
بجلی اور کڑک کے ساتھ برسنے والے بادل	اوس قبر کو سیراب کرین جو مالک کو اپنی آغوش مین لیے ہے
امام موطاہ الذی طبقت بہ	اقالیم فی الدنیا فساح و افاق
وہ امام جس کی وہ موطا ہے جسپر دنیا کے	وسیع ملکون اور گوشون نے اتفاق عام کیا ہے

[۱] ان بیانات کے لیے دیکھو ابن خلکان ترجمہ مالک بن انس تزئین الممالک ص ۴۱، معہ بستان المحدثین شاہ عبد العزیز دہلوی

اقام بہ شرع النبی محمد | لہ حذر من ان یضام واشفاق
وہ جسنے اپنی موطا کے ذریعہ پیغمبر کی شریعت کو | درست کیا اور جسکو اسکا ڈر تھا کہ اس شریعت پر کہین ظلم نہو
لہ سند عال صحیح و ھیبۃ | فللکل منہ حین یرویہ اطراق
اوسکی سند بلند اور صحیح ہے اور اوسمین ہیبت ہے | جب وہ اوسکی روایت کرتے ہین تو سب بغور سنتے ہین
واصحاب صدق کلھم علم فسل | بہ الفھم ان انت ساءلت حذاق
اوسکے بہت سے شاگرد رشید ہین جنہین ہر ایک مشہور ہے | ؟
ولو لم یکن الا ابن ادریس وحدہ | کفاہ الا ان السعادۃ ارزاق
اگر امام شافعی کے سوا کوئی اور اونکا شاگرد نہو | تو اونکے لیے بھی فخر کافی تھا، ہان خوش بختی بھی روزی ہے ۔

امام کی تاریخ پیدائش و وفات پر یہ قطعہ مشتمل ہے

فخر الائمۃ مالک | نعم الامام لسالک
مالک اماموں کے فخر ہین | پیرو کے لیے بہترین پیشوا ہین
مولدہ "نجم ھدی" | وفاتہ "فاز مالک"
اونکی تاریخ پیدائش ہدایت کا ستارہ ہے | اور اونکی تاریخ وفات یہ ہو کہ مالک کامیاب ہوے
سنہ ۹۳ھ | سنہ ۱۷۹ھ

اخلاق و عادات و حالات ذاتی

مقدس بزرگون کی اخلاقی صورت پر مبالغہ آمیز روایات کے اتنے پردے پڑجاتے ہین کہ حقیقت حال کا چہرہ مخفی ہوجاتا ہے، حالانکہ بزرگان سلف کی تاریخ

زندگی مین یہی ایک باب ہے جو نسل مستقبل کے لیے آثارِ ہدایت ہے، لیکن بحمد اللہ امام کی زندگی مبالغہ کی آمیزش سے پاک ہے!

طاعت آلہی

امام کا شمار عُبّاد زمانہ مین تھا،[1] درس و افتا سے جو فرصت ملتی وہ زیادہ تر عبادت اور تلاوت مین صرف ہوتی، امام کی خواہر محترمہ سے کسی نے پوچھا کہ امام مالک گھر مین کیا کرتے ہین تو جواب دیا کہ اونکے دو کام ہین "المصحف والتلاوۃ"[2] امام صاحب کی صاحبزادی سے منقول ہے کہ امام جمعہ کی شب عبادت و طاعت مین مشغول رہتے تھے، امام صاحب کے بھانجے ابن ابی یونس سے روایت ہے کہ امام مہینہ کی پہلی تاریخ کو شب زندہ دار رہتے تھے،[3]

محبت رسول

امام حضرت سرورِ کائنات صلعم کا بیحد ادب کرتے تھے، جب نام مبارک زبان پر آتا، چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا، لوگ پوچھتے تو فرماتے کہ ہمنے جن ارواح طیّبات کی زیارت کی ہے، اُنکی حالت مجھسے بھی بڑھکر تھی[4]

مسجد نبوی جس کے ایک حجرہ مین روضۂ انور ہے، اُس مین شور و غل ناپسند فرماتے کہ یہ آستانۂ نبوت سے گستاخی ہے، کلام نبوی اُسوقت تک زبان پر نہین آتا جب تک وضو یا غسل فرماکر با ادب بیٹھ نہ لیتے، امام کے اصطبل مین کثرت سے گھوڑے اور خچر تھے، مگر کبھی مدینہ کی گلیون مین سوار ہوکر نہ نکلے، لوگون نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ "مجھے شرم آتی ہے کہ جو سرزمین قدم نبوی سے مشرف ہوئی ہے اُسکو مین جانورون کے

[1] کتاب الفہرست ابن ندیم ذکر عُبّاد، [2] مناقب مالک للزواوی عن ابی ذہب ص ۲۲ مصر [3] تزئین الممالک عن الخطیب ص ۱۸، [4] مناقب مالک للزواوی عن حصب بن عبد اللہ ص ۲۳ ،

سمون سے روندو[۱]ن" ذات نبوی کی محبت اور حدیث نبوی کے شغل وانہماک کے سبب سے
کوئی ایسی شب نہ گذرتی جسمین عالم رؤیا مین زیارت نبوی کا شرف حاصل نہوتا[۲]،

حُبِ مدینہ

امام کو مدینہ سے غایت درجہ محبت تھی، بجز سفر حج کبھی مدینہ سے باہر نہین نکلے، منصور
نے بغداد کی سکونت کے لیے درخواست کی، پذیرا نہوئی، مہدی نے ۳ ہزار دینار بھیجے، اور
پھر کہلا بھیجا کہ بغداد کا عزم کیجیے، فرمایا" اشرفیان علی حالہا رکھی ہین، جی چاہے تو لیجاؤ، مگر
مالک سے مدینہ نہین چھوٹ[۳] سکتا، بقول نبوی المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون
انتہاے محبت یہ ہے کہ جمہور اسلام کے خلاف، امام مکہ معظمہ پر مدینہ منورہ کو برتری
دیتے ہین[۴]،

فیاضی

آج علمار کا بخل وافلاس دیکھ کر کون نتیجہ نکال سکتا ہے کہ علمائے سلف کی
فیاضیان شاہانہ فیاضیون سے کم نہ تھین، ربیعہ نے اپنی تعلیم پر ۲۲ ہزار دینار صرف کیے
امام ابوحنیفہ، طلبہ کو درہم و دینار کے کیسہ حوالہ کر دیتے تھے، امام لیث مصری اپنی دولت
کا کثیر حصہ اِن مصارف پر صرف کرتے تھے، امام مالک کی فیاضی بھی کم نہ تھی، ایک بار
امام شافعی کو لیکر اصطبل کا ملاحظہ کر رہے تھے، امام شافعی نے بعض گھوڑون کی تعریف کی
امام صاحب نے تمام اصطبل اُن کی نذر کر دیا[۵]، ہر سال امام شافعی کو گیارہ ہزار دینار
مرحمت فرماتے تھے،

[۱] ابن خلکان ص ۳۹۹ ج ترجمہ مالک ج ا مصر [۲] تزئین عن ابی نعیم والخطیب ص ۱۲ [۳] تذکرہ
ذہبی ج اول ص ۱۹۰ حیدرآباد [۴] اعلام علمار الاعلام لعبد الکریم بن محب اللہ مکی، ص ۳ قلمی کتبخانہ بانکی پور
[۵] توالی التاسیس معالی ابن ادریس لابن حجر،

مہمان نوازی

مہمان نوازی ایک عرب کا خاصہ اور ایک مومن کا فرض ہے، لیکن امام صاحب کا میزبانانہ اخلاق اُس سے بھی زیادہ تھا، امام شافعی جو طلب علم کے لیے امام کے گھر اُترے تھے، امام اُنکے لیئے ہاتھ سے خوان اُٹھا کر لاتے تھے، صبح کی نماز کے لیے اپنے ہاتھ سے پانی لاکر رکھتے تھے، وقت رخصت باانیہمہ ضبط وخودداری خود بازار تک جاکر سواری کرایہ کردی، اور ایک کیسۂ زرزادراہ کے لیے عنایت کیا،[1]

استقلال

استقلالِ طبع ایک فضلِ الٰہی ہے، کوفہ کی جامع مسجد مین ایک بار خارجی شمشیر بکف گھس آئے تمام لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن امام ابوحنیفہ نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی، ایک بار کا واقعہ ہے کہ موزہ مین بچھو تھا، امام مالک نے بیخبری مین پہن لیا، مجلس درس مین آکر بیٹھ گئے، بچھو نے نیش مارا، اور پھر علی التواتر سترہ بار نیش مارا لیکن واب مجلس کے خیال سے امام نے پہلو تک نہ بدلا، چہرہ کا رنگ بار بار متغیر ہورہا تھا، اختتام درس کے بعد عبداللہ ابن مبارک نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ موزہ مین بچھو ہے،[2]

حلم وعفو

خودداری اور جلالتِ شان کے ساتھ حلم وعفو جو ایک گران قدر جوہر ہے، اکثر جمع نہین ہوتا، لیکن امام مین یہ دونون صفتین مجتمع تھین، ایک طرف تو منصور ورشید جیسے قہار سلاطین کو آپ ڈانٹ دیتے ہین، دوسری طرف آپ کے شانۂ مبارک پر ذلیل ہاتھون سے کوڑا مارا جاتا ہے تو آپ انگیز کرتے ہین، اور منصور جب مجرم کی سزا کا ذکر کرتا ہے تو آپ فرماتے ہین کہ مین نے معاف کیا،[3]

---

[1] مرات الاوراق ابن حجہ حموی ج ۱ ص ۲۰۰، [2] ابن خلکان ترجمۂ مالک عام کتب، [3] کتاب الامامۃ ابن قتیبہ ج ۲ ص ۲۸۶، مصر،

امام کے شاگرد خاص معن بن عیسیٰ بیان کرتے ہین کہ ابن سرحون نامی ایک شاعر امام صاحب کے پاس آکر کہنے لگا کہ مین نے ایک دو شعرون مین آپ کا ذکر کیا ہے، مین اس گستاخی کی معافی چاہتا ہون، امام صاحب سمجھے کہ میری ہجو مین کچھ شعر کہے ہون گے، فرمایا کچھ مضائقہ نہین اُسنے کہا مین وہ شعر سنانا بھی چاہتا ہون، امام صاحب کا چہرہ سُرخ ہوگیا لیکن زبان حلم سے فرمایا کہ سنا بھی لو، شعر پڑھے تو اس کا مفہوم یہ تھا: کہ "مدینہ کے مفتی مالک سے پوچھ لو کہ کیا محبت بھی کوئی گناہ ہے؟" امام صاحب نے بہ متانت فرمایا کہ "مین نے یہ فتویٰ نہین دیا[1]"

حقگوئی و آزادی

علمائے سلف کی مشترک صفت یہ تھی کہ وہ نطقِ حق مین بیباک ہوتے تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اُنکی زندگی کا اہم ترین فریضہ تھا، گذشتہ صفحات کے پڑھنے والون کو معلوم ہے کہ امام صاحب برابر خلفا کے دربار مین آمد و رفت رکھتے تھے، بعض لوگون کو اپر اعتراض تھا، امام صاحب نے فرمایا کہ "اگر نجاؤن تو نطق حق کا موقع کہان ملے؟" تم نے پڑھا ہوگا کہ ایک بار منصور نے چند فقہا کے ساتھ امام مالک کو بُلا بھیجا، اور پوچھا کہ تم لوگ مجکو کیا سمجھتے ہو، سب سے دلیر تقریر ابن ابی ذئب نے کی، امام نے فرمایا کہ مجکو اِسکے جواب سے معاف کرو، یہ سکوت و تعلل بھی نطق بیّن سے کم نہین،

امام کو کوڑے مارے گئے، لیکن کیون؟ اسلیے کہ حق کے اظہار مین اُنھون نے حکومت کی پروانہ کی، ایک بار منصور نے مسجد نبوی مین زور و شور سے مناظرہ شروع کیا،

---

[1] طبقات سبکی ج ۶ ص ۵۲ مصر، [2] مناقب مالک للزواوی ص ۳۱ مصر،

فرمایا کہ ادب ملحوظ رہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی، عباسیون کے مقابلہ مین محمد نفس ذکیہ نے جب علم بلند کیا تو آپ نے علی الاعلان فتویٰ دیا کہ خلافت محمد نفس ذکیہ کا حق ہے، عباسیون نے زبردستی بیعت لی ہے،

خودداری

علم کی شان یہ ہے کہ اُسکی جلالت ملحوظ رکھی جائے، کہ اہل علم لوگون مین معزز ہون اور لوگون کو اکتساب علم کا ذوق پیدا ہو، امام مالک اس نکتہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے، اِس سے پہلے کئی بار گذر چکا ہے کہ امام صاحب مجلس درس مین کس وقار و متانت اور خودداری کے ساتھ بیٹھتے تھے، لوگ اعتراض کرتے تو فرماتے کہ ارید ان اُجلّ العلم یعنے "مین چاہتا ہون کہ علم کی شان بڑھاؤن" بڑے بڑے امرا اور حکام آستانۂ امامت پر حاضر ہوتے ہوئے کانپتے تھے، پڑھا ہوگا کہ رشید نے اپنے خیمہ مین املائے حدیث کے لیے بلایا تو فرمایا کہ "لوگ علم کے پاس آتے ہین، لوگون کے پاس علم نہین جاتا"، رشید خود آیا تو مسند درس پر بیٹھنا چاہا، فرمایا تواضع محبوب ہے، رشید نے کہا، آپ پڑھیے، امام نے فرمایا اپنی یہ عادت نہین[1]،

منصور کے دربار کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی دربار مین آتا تو خلیفہ کے ہاتھونکو بوسہ دیتا امام نے کبھی یہ ذلت گوارا نہ کی،

انصاف پسندی

لیکن اِس خودداری، اس جلال، اس اظہار حق سے زیادہ گران قیمت اور مشکل الحصول شے انصاف پسندی ہے، اور وہ بھی اپنے نفس کے مقابلہ مین، جس مسئلہ پر

[1] مناقب مالک للزوادی ۲۹؛ [2] ایضاً ص ۲۵،

عبور نہو تا بمتانت فرما دیتے کہ"مجھے نہین معلوم"، شاید اِس مختصر فقرہ کی قدر عام لوگون کی زبان سے نہ سمجھی جائے، لیکن فرض کرو کہ ایک شخص جاہ وحشمت اور کمال شہرت وادعائے علم کے ساتھ مسند درس وافتا پر متمکن ہے، طلبہ واہل علم کا ہر طرف حلقہ ہے، دور و دراز ممالک سے لوگ آآکر مسائل وفتاوی پوچھتے ہین، اسوقت ارباب اخلاق طاہرہ کے سوا کس کی طاقت ہے کہ"نہین" کہے، امام کے ایک شاگرد کا قول تم اِس سے پہلے پڑھ چکے ہو کہ اگر مین امام کے"نہین معلوم"، کو لکھا کرتا تو تختیان بھر جاتین،

ابن القاسم امام کے ایک شاگرد نے کہا کہ مصر کے علما بیع وشرار کے مسائل مین بڑی مہارت رکھتے ہین، امام مالک نے پوچھا، اُنھون نے کس سے ان کی تعلیم پائی، ابن القاسم نے کہا کہ آپ سے، فرمایا کہ مجھے تو خود ان مین دخل نہین[۱]،

اہل علم کی عزت

اس سے پہلے گذرا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید مجلس درس مین آیا تو مسند سے نیچے اُترکر اُسکو بیٹھنا پڑا، لیکن ایک بار امام ابو حنیفہ تشریف لائے توآپ نے اسقدر تعظیم کی کہ اُنکے لیے اپنی چادر فرش پر بچھائی، وہ اُٹھ گئے تو طلبہ سے کہا کہ یہ عراق کے ابو حنیفہ ہین، جو اس ستون کو سونا ثابت کرنا چاہین تو کرسکتے ہین، اسکے بعد کوفہ کے محدث سفیان آئے تو اُنکی بھی تعظیم کی لیکن اس سے کم، اُن کے چلے جانے کے بعد فرمایا کہ لوگون کی علی قدر مراتب عزت کرنی چاہیے،

عبد الرحمن ابن قاسم آپ کے شاگرد تھے، لیکن جب اُنکو خط لکھتے تھے تو"فقیہ مصر"

---

[۱] مختصر جامع بیان العلم لابن عبد البر ص ۱۲۵، مصر،

لکھا کرتے تھے، ایک بار قعنبی محدث آپکے نامور شاگرد مدینہ آرہے تھے، امام صاحب اپنے تلامذہ کو لیکر خود بنفس نفیس اُنکے استقبال کو شہر سے باہر نکل آئے[1]،

جلیہ

امام صاحب کا حلیہ یہ تھا، رنگ سُرخ وسپید، قد بالا، بدن بھاری، پیشانی کشادہ آنکھین بڑی، ناک اونچی، داڑھی بڑی اور گھنی، سر مین قدرتًا بال نہ تھے، مونچھون کو بہت چھوٹی کرانا ناپسند کرتے تھے، خضاب کا استعمال نہین کیا،

مزاج مین صفائی اور نزاہت غایت درجہ تھی، ہمیشہ نفیس اور بیش قیمت پوشاک زیب بدن فرماتے تھے، بعض لوگ اسپر ٹوکتے تو فرماتے کہ مین اس شہر (مدینہ) کے جس عالم سے ملا اُسکو خوش پوشاک پایا، امام صاحب کو اپنے کپڑون کا خاص اہتمام تھا

پوشاک

عدن کے کپڑے اُس زمانہ مین مشہور اور بیش قیمت ہوتے تھے وہان سے اپنے لیے کپڑے منگواتے تھے[2]، کبھی کبھی مرو کے بنے ہوے کپڑے بھی استعمال کرتے[3]،

خوشبو کا استعمال ہمیشہ کرتے تھے، عود کی انگیٹھیان جلتی رہتی تھین، کپڑے خوشبو سے بسے رہتے تھے، جس گلی سے ایک بار نکل جاتے، دیر تک اُسمین خوشبو پھیلی رہتی، اور اکثر فرماتے کہ خدا نے جسکو نعمت دی ہو اُسکے آثار اُسپر نہ ظاہر ہون، مین یہ پسند نہین کرتا، کبھی کبھی طیلسان کا بھی استعمال کرتے جو اُس زمانہ مین علمار کی نشانی تھی، عمامہ جب زیب سر فرماتے، شملہ گلے مین لپیٹ کر داہنے یا بائین شانہ پر ڈال لیتے، ہاتھ مین ایک چاندی کی انگوٹھی تھی جس کے سیاہ پتھر کے نگینہ پر حسبنا اللہ ونعم الوکیل

[1] تذکرۂ ذہبی ج ۱ ص ۱۵۱ - [2] ابن ندیم، مطبوعۂ یورپ ص ۱۰۸ ، [3] مرآۃ الجنان یافعی ذکر مالک،

نقش تھا،

امام کو جو خصوصیات شرف حاصل ہُئین اُنین یہ کیا کم ہے کہ مدینہ مطہرہ کی خاک پاک جسم مبارک کا عنصر تھی، لیکن اِس سے بھی زیادہ مزید شرف یہ ہے کہ مسکن وہ تھا جو حضرت عبداللہ بن مسعود کا مکان تھا، اور مجلس و نشستگاہ وہ تھی جو حضرت عمر فاروق کا دولتخانہ تھا، یہین اکثر املائے حدیث کی مجلسین منعقد ہوتی تھین، اس بنا پر امام مالک نہ صرف علم و معارف فاروقی کے وارث تھے، بلکہ اُنکی جائداد ظاہری کا بھی خدا نے اُنھین وارث بنایا،

تصنیفات

اس عہد میمون مین تصنیف وتالیف کی ابتدا ہوچکی تھی، امام کے دست مبارک سے جوکتابین ترتیب پائی ہین یا اُنکی طرف منسوب ہین وہ حسب ذیل ہین، موطاؔ[1]، رسالتہ مالک الی الرشید، احکام[3] القرآن، المدونتہ[4] الکبریٰ، رسالتہ[5] مالک الی ابن مطرف، رسالتہ[6] مالک الی ابن وہب، کتاب[7] الاقضیہ، کتاب[8] المناسک، تفسیر[9] غریب القرآن، کتاب[10] المجالسات عن مالک، تفسیر[11] القرآن[12]،

(۱) "موطا" کی نسبت مفصل بحث آگے آئیگی،

موطا مین اوران تمام تصنیفات مین امتیازاول یہ ہے کہ موطا کی روایت امام کے تمام تلامذہ نے کی ہے اور بقیہ رسائل وکتب صرف بعض تلامذہ کی روایت سے ثابت ہین،

(۲) رسالتہ مالک الی الرشید، یہ خلیفہ ہارون رشید کے نام خط کے طور پر ۲۲ صفحہ کا ایک رسالہ ہے جسمین امام نے خلیفہ کو ہر قسم کے دینی و دنیاوی داخلاقی نصائح کیے ہین، امام سے اس رسالہ کی روایت ابن حبیب نے کی ہے، رسالہ کا طرز بیان نہایت قدیمانہ ہے، اور

---

[1] ان کتابوں کے نام مختلف مصنفین نے لکھے ہین، جن کی تفصیل آگے آتی ہے،

موطا کے طرز روایت سے نہایت مشابہ ہے، بعض علمار نے اس بنا پر اوسکی نسبت امام صاحب کیطرف کرنے سے انکار کیا کہ اُسمین بعض ضعیف و منکر حدیثین ہین، لیکن اصل یہ کہ اخلاقیات مین محدثین اسقدر احتراز نہین کرتے تھے، ابن ندیم نے الفہرست مین امام کے انتساب سے اس رسالہ کا ذکر کیا ہے[۱]، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ چوتھی صدی کے اوائل مین یہ رسالہ موجود تھا یہ رسالہ چھپ گیا ہے، اور لاہور مین کسی نے اسکا اردو ترجمہ بھی چھاپا ہے،

(۳) "احکام القرآن" یہ خود امام کی تصنیف نہین ہے، بلکہ چوتھی صدی ہجری کے مشہور ماہر علوم قرآن علامہ ابو محمد مکی بن ابی طالب الاندلسی المتوفی ۴۳۷ھ کی تالیف ہے۔ علامہ موصوف نے امام مالک سے جو احکام قرآن یعنی آیات احکامیہ کی تفسیرین مروی تھین اونکو یکجا کر دیا ہے، اسی لیے اسکا نام "کتاب الماثور عن مالک فی احکام القرآن" ہے[۲]

(۴) "المدونۃ الکبریٰ"، فقہ مالکی کی ایک ضخیم کتاب ہے، بعض لوگ اسکو خود امام کی تصنیف سمجھتے ہین، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ عبد الرحمٰن بن قاسم المتوفی ۱۹۱ھ امام کے ایک شاگرد کی تصنیف ہے، لیکن اس لحاظ سے امام کی تصنیف کہنا درست ہے کہ یہ کتاب درحقیقت امام کے "ملفوظات فقہیہ" کا مجموعہ ہے؛ ابن قاسم نے خود امام کے زمانہ مین مدینہ سے واپس آکر امام کے مجتہدات و فقہیات کو ایک کتاب کی صورت مین مدوّن کرنا شروع کیا تھا، اور شاید اسی زمانہ مین ختم بھی ہو گئی تھی کیونکہ یحی بن یحی مصمودی دوسری بار مصر سے مدونۂ ابن قاسم کو خود امام سے سننے کے لیے آئے تھے، لیکن افسوس کہ امام

---

[۲] ابن خلکان ذکر مکی بن ابی طالب ج ۲ ص ۱۲۰ مصر،

اسوقت بستر مرض پر تھے مصر مین مدونہ چھپ گئی ہے اور ہر جگہ ملتی ہے،

(۵) "رسالتہ مالک الی ابن مطرف" غسان بن محمد بن مطرف کے نام "فتوی" کی بحث پر ایک رسالہ ہے، خالد بن نزار اور محمد بن مطرف تلامذہ امام نے اسکی روایت کی ہے،

(۶) "رسالتہ مالک الی ابن وہب" امام کے شاگرد رشید ابن وہب کے نام سے مسئلہ قضا و قدر پر ایک مشہور رسالہ ہے، قاضی عیاض نے اِس رسالہ کی تعریف کی، اور لکھا ہے وھو من خیار الکتب فی ھذا الباب الدال علے سعة علمہ بھذا الشان،

(۷) "کتاب الاقضیہ" بعض قاضیون کے لیے امام نے یہ رسالہ لکھا، غالباً اِس مین عہدۂ قضا کے متعلق اصول و ہدایات ہونگے، امام کے ایک شاگرد عبد اللہ بن جلیل نے اسکی روایت کی ہے،

(۸) "کتاب المناسک" ابو جعفر زہری امام کے ایک دوست کا بیان ہے کہ امام مالک کی سب سے بڑی تصنیف کتاب المناسک تھی، جس مین حج کے احکام و مسائل تھے،

(۹) "تفسیر غریب القرآن" اِس کتاب کی روایت خالد بن عبد الرحمان مخزومی نے امام سے کی ہے،

(۱۰) "کتاب المجالسات عن مالک" ابن وہب امام کے تلمیذ رشید نے امام کے مجالس صحبت مین حدیث و آثار و اخلاق کے جو متفرق فوائد و نکات سنے۔ اِس رسالہ مین اُنکو جمع کیا ہے، حافظ سیوطی نے یہ رسالہ دیکھا تھا،

سلہ ابن خلکان ترجمہ عبد الرحمان بن قاسم و بن یحیی بن یحیی بن کثیر المصمودی،

(۱۱) "تفسیر القرآن" قرآن مجید کی تفسیر بروایت احادیث مسندہ ہے، حافظ سیوطی نے اسکو دیکھا تھا، اور اُسکی تعریف کی ہے، لیکن یہ مشکوک ہے کہ آیا یہ خود امام کی تالیف ہے، یا کسی شاگرد نے امام سے اسکی تعلیق کی ہے،

(۱۲) "کتاب المسائل" ان رسائل وکتب کے علاوہ امام کی اور بھی تصنیفات تھین، محدث خطیب نے تاریخ بغداد مین لکھا ہے کہ ابو العباس سفاح کے سامنے بہت سے منتشر اوراق پڑے تھے، جس کی نسبت اُس نے کہا کہ یہ امام مالک کے ستر ہزار مسائل کا مجموعہ ہے[۱]،

موطا

امام کی اصلی تصنیف "موطا" ہے، جو قرآن پاک کے بعد کتبخانۂ اسلام کی دوسری کتاب ہے، اوّل کلام خدا ہے، اور ثانی کلام رسول (صلعم)

تدوین احادیث | ہجرت کی پہلی صدی تک احادیث نبوی کے گنجینے، مقدس سینون مین مدفون رہے اور متفرق طور سے علٰحدہ علٰحدہ ہر شیخ کے پاس تحریری یادداشت کا مجموعہ تھا قرن اول کے خاتمہ پر جب صحابہ کے بعد پہلی نسل (تابعین) پیدا ہو رہی تھی، خلیفہ عمر بن عبدالعزیز المتوفی سنہ ۱۰۱ھ سریر آرائے خلافت ہوئے، حضرت عمر بن عبدالعزیز جس شان کے خلیفہ تھے، اُسی شان کے محدّث بھی تھے، چنانچہ علامۂ ذہبی نے حفاظ مین آپ کو جگہ دی ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز کی یہ علمی جلالت کیا کم ہے کہ امام مالک موطا مین

---

[۱] ان تمام حوالون کے لیے دیکھو تزئین الممالک، ص ۴۰، ۴۱،

اُنکے فتاوی ہی سے استدلال کرتے ہین،، احادیث کی تدوین بصورت کتاب کی ابتدا اسی خلیفۂ اعظم کے اشارہ سے ہوئی ہے،، اور سب سے پہلے مدوِّن حدیث ابو بکر بن حزم المتوفی ۱۲۰ھ ہین،

ابو بکر بن حزم کے بعد محمد بن شہاب الزہری جو تمام محدثین کے امام ہین حدیث کے دوسرے مدوّن ہین، ربیع بن صبیح اور سعد بن عروبہ تیسرے درجہ پر ہین، پہلا نسخہ جو ابو بکر کے ہاتھ سے طیار ہوا تھا، عموماً صحابہ کے فتوون پر مشتمل تھا، امام زہری کا نسخۂ حدیث ابواب و فصول پر منقسم نہ تھا، ربیع اور سعد کے نسخون کا ہر باب علٰحدہ تھا،

۱۳۲ھ ایک نئے دور کی بنیاد ہے، خلافت امویہ مٹ کر خلافت عباسیہ قائم ہوتی ہے اسی کے پس و پیش عہد مین، سینکڑون مجموعہا ے حدیث مدوّن ہوئے اور موطا کی تالیف کا بھی یہی زمانہ ہے،

یہان پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر صحابہ تعلیم و ارشاد و جہاد و غزا کی نیت سے تمام بلاد مفتوحہ مین پھیل گئے تھے، حضرت جابر مکہ مین، حضرت ابو درداء اور ابو ذر شام مین، عقبہ بن عامر مصر مین، بریدہ خراسان مین، حضرت علی و عبداللہ بن مسعود کوفہ مین، وقس علی ذلک لیکن صحابہ کا گروہِ عظیم جن مین اکابر و اجلۂ فقہا داخل تھے، مدینہ ہی مین رہا، یہ مقدس گروہ جہان تھا، اپنے مرئیات و مسموعات کی روایت کرتا رہا، ان کے بعد ان مقامات و بلاد کے علمائے تابعین ان کے مرویات و علوم کے وارث ہوئے، دوسری صدی کے اواخر تک یہ علوم

روایۃً وتحریرًا اسی طرح منتشر رہے، ان کا مرکز اول مدینہ، اور مرکز ثانی مکہ معظمہ، کوفہ، بصرہ، اور دمشق تھا، امام شافعی اور عبد اللہ بن مبارک پہلے شخص ہین، جنھون نے معلومات کے لحاظ سے، اور امام احمد بن حنبل و امام بخاری نے تحریر و تدوین مین انکو یکجا کیا،

امام مالک کا عہد وہ ہے جب یہ معلومات تمام بلاد اسلامیہ مین منتشر تھے، اسی لحاظ سے امام مالک کے عصر مین جن مجموعہائے حدیث کی تدوین ہوئی وہ صرف اپنے اپنے حدود ملکی کے اندر محدود تھے، ابن جریج نے مکہ مین، اوزاعی نے شام مین سفیان ثوری نے کوفہ مین، ابوسلمہ حماد نے بصرہ مین، ہشیم نے واسط مین، معمر نے یمن مین، ابن مبارک نے خراسان مین، جریر بن حمید نے ری مین حدیثین جمع کین، لیکن مرکز نبوت اور مہبط وحی کی حدیثون کی جمع و ترتیب جو علوم نبوی کا سب سے بڑا گنجینہ تھا، جس سعادت اندوز کی قسمت مین تھی وہ امام مالک ہین[1]،

موطا | موطا علوم مدینہ کا مجموعہ ہے، جہان اِن زر و جواہر کی اصلی کان تھی، تمام اکابر صحابہ و اعاظم تابعین جن کا ذکر بہ تفصیل اوپر کئی بار گذر چکا اُن کا مسکن یہی شہر مبارک تھا، اور اسی لیے یہ صحیفۂ مقدس انھین بزرگون کی روایات و فتاوی پر مبنی ہے، اس بنار پر یہ صحیفہ حقیقت مین صحیح ترین، موثق ترین اور کامل ترین احکام اسلامیہ کا مجموعہ ہے[2]،

تالیف موطا | یہ ظاہر ہے کہ امام مالک ہمیشہ مدینہ ہی مین قیام فرمارہے اس لیے اس تالیف کا مقام معلوم ہے، لیکن صحیح زمانہ نہین معلوم، بقرائن معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۳۰ھ سے

[1] اس فصل کے تمام معلومات کے لیے مقدمۂ فتح الباری دیکھو، [2] مقدمۂ مسوّیٰ شاہ ولی اللہ صاحب،

سنہ ۱۳۲ھ تک کا زمانہ ہے، سنہ ۱۳۲ھ سے زوال بنی امیہ کی تاریخ شروع ہوتی ہے، اِس سے پہلے تصنیف وتالیف کا شغل عام نہ تھا، سنہ ۱۴۴ھ مین منصور نے آخری حج کیا ہے اُسوقت موطا متداول ومشہور ہوچکی تھی[1]، اس لیے زمانۂ تالیف اِن دونون کا درمیانی زمانہ قرار دیا جاسکتا ہے،

ایک روایت ہے کہ امام مالک نے منصور ہی کے حکم سے موطا کی تالیف شروع کی تھی، اور فرمایش کی تھی کہ اس مجموعۂ احکام مین نہ ابن عمرؓ کی سختیان ہون، نہ ابن عباسؓ کی رخصتین، اور نہ ابن مسعودؓ کے شواذ[2]،

امام صاحب جب موطا کی تالیف مین مشغول ہوئے اور یہ خبر اور دن کو بھی پہونچی تو مدینہ کے اور علما بھی اپنے اپنے احادیث کا مجموعہ طیار کرنے لگے، لوگون نے امام سے جاکر عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ "صرف حسن نیت کو بقا ہے"، یہ پیشینگوئی کسقدر صحیح اُتری، دیکھو کہ موطائے مالک کے سوا کوئی موطا دُنیائے معلوم مین باقی نہین رہی، بعض لوگون نے رشک کا انتقام دوسری طرح لیا، محمد بن اسحاق صاحب سیر ومغازی نے کہا،

ایتونی بکتبہ حتی ابین عیوبہ فانا	مالک کی کتابین میرے پاس لاؤ مین اُنکے عیوب بتاؤن
بیطار کتبہ[3]	مالک کی کتابون کا ناقد مین ہون،

امام مالک نے تصنیف سے فارغ ہوکر شیوخ حدیث کی خدمت مین اُسکو پیش کیا سب نے اُسکو نہایت پسند کیا، عام اہل مدینہ کے لیے وہ دن عجیب مسرت کا تھا جب

---

[1] کشف الظنون "موطا"۔ [2] جامع بیان العلم ابن البر ص ۶۷، مصر ۔ [3] کتاب الامامۃ والسیاسۃ ذکر منصور۔ [3] تہذیب الکمال "مالک بن انس"

اُن کے مجموعۂ فضائل مین ایک اور فضیلت کا اضافہ ہو رہا تھا،[1] سعدون نام ایک شاعر موطا کی تعریف مین کھتا ہے،

اقول لمن یروی الحدیث و یکتب	ویسلک سبل الفقہ فیہ و یطلب

مین اوس سے کہتا ہون جو حدیث کی روایت کرتا ہے اور اوسکو لکھتا ہوا اور فقہ کے راستہ مین چلتا ہوا اور اوسکی طلب مین سرگرم ہے

ان احببت ان تدعی لدی الخلق عالما	فلا تعد ما یحوی من العلم یثرب
اگر تجکو یہ پسند ہو کہ مخلوق مین تو عالم پکارا جائے	تو اوس علم سے باہر نہ جا جسکو یثرب حاوی ہے
اتترک دارا کان بین بیوتھا	یروح و یغدو جبرئیل المقرب
کیا اوس مقام کو تو چھوڑتا ہو جسکے گھرونین	مقرب بارگاہ جبریل آیا جایا کرتا تھا
و مات رسول اللہ فیھا و بعدہ	لسنتہ اصحابہ قد تادبوا
اور جسمین رسول اللہ نے وفات پائی اور اُنکے بعد	اُنکی سنت سے آپکے اصحابنے ادب پایا
فبادر موطا مالک قبل فوتہ	فما بعدہ ان فات للحق مطلب
تو مالک کی موطا کو جلد لو، کھونے نہ پائے	کہ اگر یہ کھو گئی تو حق کی جستجو کی پھر جگہ نہین
ودع للموطا کل علم تریدہ	فان الموطا الشمس و الغیر کوکب
اور موطا کیلیے ہر اوس علم کو جسکو چاہتے ہو چھوڑ دو	کہ موطا آفتاب ہے، اور اوسکے علاوہ دوسری کتابین ستارہ ہین

وجہ تسمیہ لفظ "مُوَطَّا"، توطیہ کا مفعول ہے جس کے معنے "روندنے" اور "کسی چیز پر چلنے کے ہین" موطا کے لغوی معنے "روندا ہوا" یا "چلا ہوا" کے ہین، شاہ ولی اللہ صاحب نے مسوی[2] مین لکھا

---

[1] بستان المحدثین ذکر امام مالک،

ہے "روندے ہوے یا چلے ہوئے کے" مجازی معنے یہ ہین کہ "جسپر عام ائمہ اور علما اور اکابر چلے ہون اور جسکو اون سب کی رایون نے روندا اور پامال کیا ہو یعنی سب نے اوسکے متعلق گفتگو کی ہو اور اوس سے اتفاق کیا ہو" اسطرح گویا اسکے معنی "متفق" اور "مطابق" کے ہین، چونکہ تصنیف کے بعد تمام شیوخ حدیث نے اس سے اتفاق و مطابقت کی، اسلیے اسکا نام مُؤطا مشہور ہوگیا[۱] لیکن میرے نزدیک اس سے زیادہ صحیح تعبیر یہ ہے کہ "موطا اوس راستہ کو کہتے ہین جسپر لوگ بکثرت گذرتے ہون" سنت کے معنے بھی راستہ کے ہین، یہ وہ راستہ ہے جسپر آنحضرت صلعم گذرے، موطا وہ پامال راستہ ہے جسپر آنحضرت صلعم کے بعد تمام صحابہ گذرے، غرض موطا کا لفظ اپنی حقیقت کا آپ مفسر ہے، کہ یہ اون مسائل پر مشتمل ہے جنپر صحابہ کا عمل رہا ہے، اور جمہور سلف جنپر چلے ہین،

تعداد مرویات | ابتدائً موطا مین دس ہزار حدیثین تھین، لیکن امام کے خامۂ صحت پسند نے تقریبًا آٹھ ہزار حدیثین، قلم زد کر دین، باقی ۱۷۲۰ ہین، جن مین سے مسند اور مرفوع ۶۰۰ ہین، مرسل ۲۳۵، موقوف ۶۱۳، تابعین کے اقوال و فتاوی ۲۸۵، بلاغات مالک[۲]

موطا کا موضوع | موطا کا موضوع صرف احکام فقہیہ ہین، اسلیے وہ سینکڑون ابواب و فصول جو بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ مین نظر آتے ہین، موطا اُن سے خالی ہے، کیونکہ فقہیات سے اُنکو کوئی تعلق نہین ہے، اس بنا پر محدثین کی اصطلاح کے مطابق اس کو "کتاب السنن" کہنا چاہیئے،

---

[۱] مقدمۂ مسوّیٰ شاہ ولی اللہ صاحب ص ۶، [۲] مقدمۂ مسوّیٰ شاہ ولی اللہ صاحب ص ۶،

موطا اور دیگر فقہاے مجتہدین کے مجموعہاے احادیت	فقہاے مجتہدین اربعہ مین سے ہرایک کے انتساب سے ایک علم حدیث موجود ہے، مسند ابی حنیفہ، مسند شافعی، مسند ابن حنبل

یہ تمام کتابین موجود ہین، فقیہ رابع کی تصنیف کو انپر کیا فوقیت حاصل ہے؟ اس جواب کے
پردہ مین یہ ظاہر کر دینا ہے کہ امام مالک کے سوا کسی امام مجتہد کے قلم سے علم حدیث کی
کوئی تصنیف ظاہر نہین ہوئی وذلك فضل الله یوتیہ من یشاء مسند ابی حنیفہ کے نام
سے متعدد کتابین موجود ہین، مگر دراصل یہ تمام کتابین امام ابوحنیفہ کے سینکڑون برس
بعد امام ممدوح کے تلامذہ کی تصنیفات اور غیر معروف مسانید سے لیکر محمد بن یعقوب
اور حسین بن محمد بن خسرو وغیرہ نے تالیف کی ہین، اور اُن کو مسند ابی حنیفہ اور مسند
امام اعظم کے نام سے موسوم کر دیا ہے،

مسند امام شافعی کی حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی نے اپنی تصنیفات مین بر سبیل استدلال
جو حدیثین روایت کی ہین، ابوجعفر بن محمد بن مطر نیشاپوری یا ابوالعباس نام ایک شافعی
نے اُن کو یکجا کر دیا ہے، مسند ابن حنبل کی تالیف یقیناً خود امام احمد نے شروع کی تھی،
لیکن وہ ابھی مسودہ تھا کہ امام موصوف نے وفات پائی، اسکی تبییض و ترتیب بعد کو امام
احمد کے صاحبزادہ عبد اللہ نے کی، جو افسوس ہے کہ اِس میدان کے مرد نہ تھے، اِسی لیے
مدنی اور عراقی مسندون مین تخلیط ہے، اِس بنا پر اُسکو بجاے مسند احمد کے مسند عبداللہ
کہنا چاہیے، اور با این ہمہ اِس مین صحیح احادیث کا التزام نہین ہے، گو خود امام احمد کو
اسکا دعوی تھا،

موطا اور اوسکی معاصر کتابین | موطا سے قبل اور خود اُس کے زمانہ مین بیسیون مسانید اور موطائین لوگون نے لکھین، جن مین سے بعض اب تک باقی ہین، باہمی موازنہ سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ موطا اور ان کتب معاصرہ مین وہی نسبت ہے جو صحیح بخاری کو مصنف ابن ابی شیبہ اور کتب بیہقی سے، اور خود اُن کتابون کا فقدان اور عدم شہرت و قبول ورموت اس پر کافی دلیل ہے، لیکن بااین ہمہ تین خاص وجوہ ایسے ہین جن سے موطا کا امتیاز بالکل روشن ہوجاتا ہے،

(۱) موطا سے پہلے جو حدیث کی کتابین لکھی گیئن اُنکا بنی زیادہ تر صحابہ و تابعین کے آثار و فتاوی تھے امام مالک نے موطا مین احادیث صحاح و مسند یا منقطع و مرسل کو بناے اول اور آثار و فتاوی کو بناے ثانی قرار دیا،

(۲) دوسرا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اُن مین صحت کا التزام نہین کیا گیا تھا، اور موطا مین صرف اُسی حدیث یا فتوی نے جگہ پائی ہے، جسکو صحت کا شرف حاصل تھا،

(۳) تیسری بات یہ کہ موطا مدینہ مین تالیف ہوئی ہے، اسکے رواۃ حجازی ہین، اور دیگر مسانید اور موطائین کوفہ، بصرہ، واسط، شام، یمن، خراسان اور رے وغیرہ مین تالیف ہوئین، اور اس پر تمام علمائے حدیث کا اتفاق ہے کہ حجاز کی حدیثین، صحت، قوت، اور جودت اسناد مین سب پر فائق ہین،

طبقات کتب حدیث مین موطا کا درجہ | یہ معلوم ہو چکا ہے کہ علمائے حدیث نے کتب حدیث کو چار مختلف طبقات مین منقسم کیا ہے، طبقہ اولی مین صرف وہ تصانیف ہین جنکے مصنفین

حدیث کے امام اور فن کے نقاد تھے اور جن کی تصنیفات صحت، جودت اسناد، اور قبولِ محدثین کے لحاظ سے سب سے مقدم ہین، اور جن کے رجال حفظ، ثبوت، وثوق، شہرت مین معروف ہین، طبقۂ ثانیہ مین اس سے کم درجہ وعلی ہذا الترتیب،

طبقۂ اولیٰ مین موطا، بخاری اور مسلم داخل ہین، اور طبقۂ ثانیہ مین ترمذی، ابوداؤد و نسائی[1] ان دونون طبقات کو صحاح ستہ کہتے ہین، ابن اثیر جزری المتوفی ۶۰۶ھ نے جامع الاصول مین انہین چھ کتابونکو جمع کیا ہے،

طبقۂ اولیٰ مین موطا کا درجہ

طبقۂ اولیٰ یعنی موطا، بخاری اور مسلم مین، موطا کا کیا درجہ ہے؟ علمائے حدیث اس کے جواب مین مختلف الرائے ہین، عام علما تو اسکو مسلم بلکہ ترمذی کے بھی بعد جگہ دیتے ہین، لیکن محققین قدما اور عموماً متاخرین مین شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب اس کو بخاری سے بھی مقدم سمجھتے ہین، اور خود مین بھی بدرطلب حدیث سے یہی اعتقادِ جازم رکھتا ہون،

حقیقت یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی فوقیت اگر کثرت روایات، کثرت مرفوعات اور مرسل و موقوف حدیثون سے پاک ہونے کی بنا پر ہے تو صحیح ہے، لیکن مدار فضیلت تو صرف "صحت"، "جودت اسناد" اور "شہرت"، کی بنا پر ہے، یہ صحیح ہے کہ موطا مین مرسل موقوف اور منقطع حدیثین ہین، جو "صحیح"، کے لیے قادح ہین، لیکن ان کا ارسال، وقف اور انقطاع موطا کی روایت کے لحاظ سے درست ہے، لیکن حقیقت کے رو سے یہ تمام مراسیل و موقوفات

[1] دیکھو حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ذکر علم حدیث،

ومنقطعات، متصل مرفوع ومسند ہین، اور خود ان کا رفع واتصال واسناد، امام بخاری وامام مسلم وترمذی وغیرہ نے کیا ہے، اِس بنا پر یہ یقین کرنا چاہیے کہ درحقیقت موطا مین کوئی مرسل، موقوف یا منقطع حدیث نہین، موطا مین جو کچھ ہے اوسپر (الا ماشاء اللہ) بخاری ومسلم وترمذی وغیرہ کی مہر تصدیق لگی ہوئی ہے، اِس حالت مین خیال کرو کہ موطا کی صحت کا درجہ کہان تک پہونچ جاتا ہے؟

(۱) موطا کو سب سے بڑا شرف یہ حاصل ہے کہ یہ اسلام کی پہلی کتاب ہے، کلام اللہ کے بعد اسلام کے ہاتھ مین دوسری صحیح کتاب کلام الرسول آئی جو موطا کے قالب مین ظاہر ہوئی، کشف الظنون مین ہے کہ "اوّل کتاب وضع فی الاسلام موطا مالک بن انس"، سب سے پہلی کتاب جو اسلام مین لکھی گئی ہے وہ موطا ہے، قاضی ابوبکر ابن عربی المتوفی ۵۴۶ھ موطا کی شرح مین لکھتے ہین،

هذا اول کتاب اُلف فی شرائع الاسلام — یہ پہلی کتاب ہے جو شریعت اسلامیہ مین لکھی گئی ہو،

حضرت سفیان کہتے ہین،

اول من صنف الصحیح مالک الفضل للمتقدم — سب سے پہلے مالک نے صحیح تالیف کی،

(۲) صرف تقدم زمانہ ہی موطا کے تقدم کے لیے کافی نہین ہے، بلکہ باوجود نقش اوّل ہونے کے اسکے بعد کی کتابین گو کہ موطا کی نقش ثانی ہین تاہم اسکی برابری کا دعوی نہین کرسکتین چنانچہ اسکے متعلق ائمہ مجتہدین، اور علمائے حدیث کی قوی شہادتین موجود ہین، امام شافعی المتوفی ۲۰۴ھ فرماتے ہین،

ماعلی وجہ الارض من کتاب بعد کتاب اللہ	روے زمین پر کتاب اللہ کے بعد کوئی کتاب موطا امام
اصح من مؤطا مالک ابن انس	مالک سے زیادہ صحیح نہین ہے،

ابوبکر ابن عربی فرماتے ہین،

ھذا اول کتاب وضع فی الاسلام وھو	یہ اسلام کی سب سے پہلی کتاب ہو اور سب سے پچھلی بھی ہو کیونکہ
آخرہ لانہ لم یولف مثلہ۔	پھر اُسکے مثل کوئی کتاب نہین لکھی گئی،

امام نووی شرح مسلم کے دیباچہ مین اپنے استاد کا حال لکھتے ہوے کہتے ہین،

وقد دفع اعلی من ھذہ الکتب ان کانت	ایک کتاب مجکو ملی جو ان تمام کتابون (بخاری و مسلم ترمذی
عالیۃ موطا للامام مالک ... و ھو شیخ	ابوداؤد و نسائی) سے بہتر ہی، اگرچہ یہ کتابین بھی اچھی ہین وہ
الشیوخ المذکورین کاھم	موطا ہے جسکے مصنف امام مالک ابن تمام محدثین کے
	شیخ الشیوخ ہین،

شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہین "کتاب الامّ" مین امام شافعی کی اور کتاب الآثار مین امام محمد کی جو فقاہت ہے وہ موطا ہی کے صدقہ مین ہے"

(۳) امام بخاری اور امام مسلم سے جن لوگون نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کی ہی گوانکی کثرت، تواتر کے حد تک پہونچ چکی ہے مگر امام مالک سے موطا کی روایت کرنے والے جس پایہ کے لوگ ہین وہ بخاری اور مسلم کے نہین ہین، اسلیے خواص و عوام کی نقل و روایت مین جو فرق ہے وہ یقیناً موطا اور دیگر کتب کے نقل و روایت مین ہی،

ائمہ مجتہدین مین سے امام شافعی اور امام محمد نے، اور محدثین مین سے بے شمار

لوگون نے امام مالک سے موطا کی روایت کی ہے اُنہین مین سے امام عبداللہ ابن مبارک،
ہثیم بن جمیل محدث انطاکیہ، امام منصور بن سلمہ محدث بغداد، عبداللہ بن وہب محدث
مصر، یحی بن یحی محدث، مسلم قتیبہ، ابن سعد وغیرہ ہین فقہا مین سے فقیہ ہشام بن عبداللہ
بن قاسم مولّف مدونۃ الکبرٰی، وغیرہ، صوفیا مین حضرت ذوالنون مصری خلفا مین
ہادی، مہدی، ہارون، مامون، امین اور عام علما مین سے تقریبًا ایک ہزار آدمیون
نے موطا امام مالک سے روایت کی ہے، سیوطی نے تنویرالحوالک مین لکھا ہے کہ امام
مالک سے روایت کرنے والون کی جتنی کثیر تعداد ہے اتنی کسی امام کے رواۃ کی نہین،
(۴) یہ ایک کھلی بات ہے کہ رسول اللہ صلعم اور مولّفِ حدیث مین جتنے واسطے کم ہونگے
اُسیقدر اسکی تالیف درجۂ اعتبار مین زیادہ ہوگی، بخاری و مسلم کی عمومًا روایتین پانچ چھ واسطے
سے ہوتی ہین، موطا کی حدیثین تین چار واسطون سے زیادہ کی نہین ہوتین، امام بخاری
کو اپنے بیس ثلاثیات پر ناز ہے اور موطا کی بنیاد ہی ثلاثیات پر ہے اور علاوہ ازین اسمین
چالیس ثنائیات ہین، یعنی ایسی حدیثین ہین جن مین مولف اور آنحضرت صلعم کے درمیان
صرف دو واسطے ہین،

موطا کے نسخے | سینکڑون لوگون نے امام صاحب سے موطا کو مختلف زمانون مین حاصل کیا،
اِس کثرت تعداد اور اختلاف اوقات کا لازمی نتیجہ یہ تھا، کہ ہر ایک کی روایت مین کسی نہ
کسی قدر کتاب کے ابواب کی ترتیب اور تقدیم و تاخیر اور بعض الفاظ مین اختلاف ہو،
چنانچہ موطا امام صاحب سے تیس مختلف طریقون سے مروی ہے، جن مین مشہور ۱۶ نسخے ہین

ان مین سے معتبر اور با وثوق اول کے گیارہ اور معتبر تر اور با وثوق تر چار ہین یعنے یحیٰ[1] ابن بکیر[2] ابو مصعب[3] اور ابن وہب[4] کے نسخے، لیکن متداول ترین مشہور ترین اور مقبول ترین یحیٰ کی روایت ہے۔ کتاب کی مشہور ترتیب یہ ہے کہ اول کتاب الجنائز پھر کتاب الصلوٰۃ پھر کتاب الزکوٰۃ پھر کتاب الصیام اسکے بعد تمام نسخے کتاب الحج تک متفق ہین، کتاب الحج کے بعد سے پھر مختلف الترتیب ہین[5]، اس قسم کا اختلاف بخاری و مسلم سب مین ہے،

(۱) یحیٰ بن[1] یحیٰ مصمودی اندلسی بربر کے رہنے والے تھے انکے دادا پہلے شخص ہین جو انکے خاندان مین مشرف بہ اسلام ہوئے، قرطبہ مین امام صاحب کے تلمیذ خاص ابو عبداللہ زیاد بن عبدالرحمان بن زیاد لخمی درس دیتے تھے، یحیٰ نے پہلے انہی سے پوری موطا کی قرأت کی، مگر شوق علم بیس سال کی عمر مین قرطبہ سے نکال کر آستانۂ امامت تک لے آیا۔ مگر قسمت نے یحیٰ کو امام صاحب سے پوری موطا نہ پڑھنے دی، اُسی سال امام کا انتقال ہوگیا، اسی لیے یحیٰ کے نسخے مین تمام احادیث "حدثنا مالک" سے شروع ہوتی ہین لیکن باب خروج المعتکف الی العید، باب قضاء الاعتکاف، باب النکاح فی الاعتکاف مین "حدثنا زیاد عن مالک" ہے، یعنی ایک واسطہ زیادہ ہے،

امام صاحب یحیٰ کی بڑی عزت کرتے تھے، اُندلس مین سلطنت بھی ان کا خاص احترام کرتی تھی، چار مسئلون کے سوا ہر بات مین وہ امام صاحب کے مقلد تھے ۱۵۲ھ مین پیدا ہوئے، ۸۲ سال کی عمر پائی ۲۳۴ھ مین انتقال کیا،

[1] کشف الظنون، موطا، [2] بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب،

(۲) یہ نسخہ عبداللہ بن وہب کی تالیف سے ہے، مصر وطن تھا مشہور محدث لیث بن سعد مصری سے حدیث حاصل کی تھی، امام صاحب کی شہرت مصر سے اِن کو مدینہ لے آئی امام صاحب کے شاگردون مین تالیف و تصنیف کے لیے انہین کے دل و دماغ کو قدرت الٰہی نے منتخب کیا تھا، مسموعات امام مالک کے نام سے اُنھون نے تین کتابین لکھی ہین، ان کی تمام تصنیفات مین ایک لاکھ بیس ہزار حدیثین بر سبیل تذکرہ مروی ہین اور سب صحیح ہین، ذیقعدہ ۱۲۵ھ سال پیدائش ہے، اور شعبان ۱۹۷ھ سال وفات،

(۳) اسکے راوی عبداللہ بن مسلمہ قعنبی ہین، محدثین ان کو حدیث دانی مین امام صاحب کے تمام تلامذہ پر فوقیت دیتے ہین، آٹھ برس امام صاحب کی خدمت مین رہے جب یہ بیمار ہوتے تو امام صاحب خاص طور سے اُنکی عیادت کو تشریف لے جاتے تھے، محرم ۲۲۱ھ مین وفات پائی،

(۴) مالکی مذہب کے مشہور فقیہہ ابن القاسم اسکے راوی ہین، مالکی مذہب کی پہلی تدوین انہین سے شروع ہوتی ہے، کتاب المدونۃ الکبریٰ انہین کی تالیف ہے فتاواے امام مالک کو اُنھون نے ایک ضخیم کتاب کی صورت مین مرتب کیا تھا، زہد و تقوی مین ممتاز تھے ابن القاسم نہ صرف میدان علم کے شہسوار تھے، بلکہ روم، بربر، زنج، کے جہاد مین بھی اپنی زندگی کا ایک چوتھائی حصہ صرف کیا تھا، مصر مین ۱۹۱ھ مین وفات پائی،

(۵) معن بن عیسیٰ، امام بخاری و مسلم و ترمذی کے شیخ ہین، امام صاحب نے انکو متبنیٰ کیا تھا، ہارون نے امام صاحب کے درس مین انہین کی قرأت کی سماعت کی تھی،

امام صاحب کے چالیس ہزار فتادے ان کو یاد تھے، مدینہ مین ۱۹۰ھ مین انتقال کیا،

(۶) عبد اللہ بن یوسف، گو پیدا دمشق مین ہوئے تھے لیکن سکونت اُندلس مین تھی، امام بخاری کے شیخ ہین، امام بخاری ان کے علم وفضل کے مداح ومعترف تھے،

(۷) یحیی بن بکیر، امام بخاری ان سے بلا واسطہ اور امام مسلم بیک واسطہ اِن سے روایت کرتے ہین، امام صاحب سے موطا اُنھون نے چودہ مرتبہ پڑھی تھی، امام صاحب کی ثنائیات کو اُنھون نے ایک الگ رسالہ مین جمع کیا ہے، علماے اُندلس اپنے شاگردونکو فراغت کی سند دیتے وقت اسکو تبرکاً پڑھاتے تھے، بعض لوگون نے اپنی نادانی سے اِنپر جرح کی ہے،

(۸) سعید بن عفیر، مشاہیر مصر سے ہین، لیث مصری اور امام مالک سے روایت کرتے ہین۔ امام بخاری نے اِن سے روایت کی ہے، علم حدیث کے علاوہ، تاریخ، سیر، ادب، علم الانساب، اور شاعری مین بھی اِن کو کمال تھا، ۱۴۶ھ مین پیدا ہوے اور ۲۲۶ھ مین وفات پائی،

(۹) ابو مصعب زہری شیوخ مدینہ مین سے ہین، جب تک یہ زندہ رہے حجاز والے اہل عراق کو آنکھ نہین لگاتے تھے، صحاح ستہ مین انکی روایت ہے، سب سے اخیر جو موطا امام صاحب کو سنائی گئی ہے وہ انہین کی روایت سے ہے ۲۴۰ھ مین جب اُنھون نے وفات پائی تو مدینہ مین خدمت قضا پر مامور تھے،

(۱۰) اسکے راوی مصعب بن عبد اللہ زُبیری ہین،

(۱۱) یہ محمد بن مبارک کی روایت سے ہے،

(۱۲) سلمان بن برد، غافقی نے اِن بارہ نسخون کو ملا کر ایک ضخیم کتاب تالیف کی ہی،

(۱۳) یحیٰی بن یحیی کا نسخہ

(۱۴) ابو حذافہ سہمی، محدثین انکو قابل وثوق نہین سمجھتے، امام صاحب کے شاگردون مین سب سے اخیر بغداد مین ۲۵۹ھ مین وفات پائی،

(۱۵) ابو محمد سوید بن سعید ہروی، مسلم اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہی اخیر عمر مین انکے حفظ مین ضعف آگیا تھا، ۲۴۰ھ مین انتقال کیا،

(۱۶) حنفی مذہب کے نامور مصنف امام محمد بن حسن شیبانی، اِس موطا کے راوی ہین، اصلی وطن شام تھا، واسط مین پیدا ہوئے، اور کوفہ مین نشو و نما پائی، امام مالک سے حدیث اور امام ابو حنیفہ سے فقہ حاصل کی، عربیت، نحو، فقہ، حساب، کے ماہر تھے، ۱۸۹ھ مین رے مین وفات پائی،

امام محمد نے چونکہ اپنے طور سے موطا کو ترتیب دیا ہی اور ہر حدیث کے ختم پر حنفی مسائل کو ثابت کرنا چاہا ہے، اور امام صاحب کے سوا امام ابو حنیفہ کی حدیثین بھی اسمین نقل کی ہین اس لیے یہ موطا بجائے موطاے امام مالک کے موطاے امام محمد کہلاتی ہے،

شروح و تعلیقات کسی تصنیف کے قبول و ہردلعزیزی کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ اُسکو شارحین، معلقین، و محشیین، کی ایک بہت بڑی جماعت ہاتھ آئے، اور کمیت بھی کوئی اسقدر بڑی چیز نہین، جسقدر کیفیت ہے، یعنی یہ کہ فضل و کمال مین اُن کا کیا پایہ تھا،

موطا اِن دونون خصوصیات کے لحاظ سے خوش قسمت ہے، تقریبًا پچیس علمائے کبار نے
اسکی شرح و تعلیق اور دیگر خدمات انجام دیے ہین، یہ تو کمیت کا حال ہے کیفیت کے لحاظ سے
دیکھو تو ائمین قدما سے ابن حبیب مالکی المتوفی ۲۳۹ھ، امام ابو سلیمان البستی الخطابی المتوفی
۳۸۸ھ، ابن رشیق قیروانی المتوفی ۴۵۶ھ، محدث ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ، امام
باجی اندلسی المتوفی ۴۷۴ھ، قاضی عیاض المتوفی ۵۴۴ھ، قاضی ابو بکر بن العربی المتوفی
۵۴۶ھ، اور متاخرین مین حافظ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ، علامہ زرقانی مصری
المتوفی ۱۱۲۲ھ، شاہ ولی اللہ الدہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ، وغیرہ داخل ہین،

امام خطابی، حافظ سیوطی، ابن عبد البر، ابن حزم، ابو الولید باجی نے موطا کی بحذف
فتاوی صرف احادیث کی تلخیص کی ہے، حافظ سیوطی نے رجال موطا کو علٰحدہ کیا ہے،
احمد بن عمران اخفش بصری اور قاضی عیاض نے موطا کے لغات حل کیے ہین، باجی اور
دار قطنی نے موطا کے اختلاف نسخ پر بحث کی ہے، ابو الحسن علی بن محمد قابسی نے موطا کی
صرف متصل الاسناد حدیثین جمع کی ہین، ابن بشکوال اور خطیب بغدادی نے صرف
اُن لوگون کے حالات لکھے ہین جنھون نے امام سے موطا کی روایت کی ہے،

ذیل مین ہین اُن لوگون کی ایک فہرست نقل کرتا ہون جنھون نے موطا کے متعلق
کوئی خدمت انجام دی ہے،

شروح موطا

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
شرح موطا	ابو مروان بن عبد الملک بن حبیب مالکی المتوفی سنہ ۲۳۹	موطا کی سب سے قدیم شرح ہے،
التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید	حافظ ابن عبد البر قرطبی المتوفی سنہ ۴۶۳ھ	موطا کے معانی کی تشریح اور اسکے اسانید کی تحقیق اور اس ضمن مین فقہ و حدیث کے بیشمار معلومات نیز اسکی ترتیب رواۃ کے نام پر ہی، بترتیب ہجا،
الاستذکار	″	خود مصنف نے اپنی کتاب کا اختصار کیا ہی،
المنتقی، الایمار، الاستیفا،	ابو الولید سلیمان الباجی المتوفی سنہ ۴۷۴ھ	یہ تین شرحین ہین جو ایک ہی شارح کے قلم سے ہین
؟	ابن رشیق قیروانی المتوفی سنہ ۴۵۶ھ	ابن عبد البر کی تمہید کا اختصار
الانتقاء	شیخ زین الدین عمر حلبی	″
شرح موطا	ابن ابی صفرہ	شرح
شرح موطا	القاضی ابو عبد اللہ بن الحاج	″
شرح موطا	ابو الولید بن العود	″
شرح موطا	ابو القاسم بن الجد الکاتب	″
شرح موطا	ابو الحسن الاشبیلی	″
شرح موطا	ابو عمر الطلیطلی	″
القبس	قاضی ابو بکر بن العربی المغربی المتوفی سنہ ۵۴۶ھ	″

المقتبس	ابو محمد عبد اللہ بن محمد بطلیوسی المتوفی ۵۲۱ھ	شرح
الموعب	ابو الولید بن صفار	"
المستقصیٰ	یحیٰ بن مزین	"
القرب	محمد ابن زمنین	"
المسالک	ابو بکر بن سابق الصقلی	"
شرح موطا	قاضی محمد بن سلیمان بن خلیفہ	"
کشف المغطا عن الموطا	حافظ جلال الدین سیوطی شافعی المتوفی ۹۱۱ھ	"
تنویر الحوالک علی موطا مالک	"	"
تجرید حدیث موطا	"	موطا کی صرف حدیثین جمع کی ہین،
شرح زرقانی	محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی المتوفی ۱۱۲۲ھ	یہ شرح ۳ جلدون مین
شرح موطا	بیری زادہ حنفی مفتی مکہ	شرح (مقدمۂ موطا امام محمد از مولنا عبد الحی)
شرح موطا	شیخ علی قاری حنفی	" "
المصفّیٰ	شاہ ولی اللہ دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ	تعلیق بر موطا، عربی زبان مین ہی، اختلاف فقہا کی تفصیل کی ہی،
المسوّیٰ	"	فارسی مین موطا کی مجتہدانہ شرح ہی،
المجلّیٰ	شیخ الاسلام حنفی دہلوی الموجود ۱۲۱۵ھ	نہایت محققانہ شرح ہی خاص مصنف کا نسخہ بانکی پور لائبریری مین موجود ہی، پہلے صفحہ پر "الفضل الکبیر" مادۂ تاریخ درج ہی،

سلہ اس فہرست مین جہان حوالہ نہو اسکے لیے کشف الظنون لفظ موطا دیکھنا چاہیے، اور تزئین الممالک صفحہ ۵ نقلاً عن المدارک للقاضی عیاض،

۲- تجرید و اسناد موطا

مسند احادیث الموطا	ابو القاسم عبد الرحمٰن الغافقی المصری المتوفی سنہ ۳۸۱ھ	موطا کی احادیث مسند و متصل کا انتخاب و ترتیب و بیان
ملخص موطا	امام ابو سلیمان الخطابی البستی المتوفی سنہ ۳۸۸ھ	″
التعظا بحدیث الموطا	ابن عبد البر القرطبی المتوفی سنہ ۴۶۳ھ	″
الملخص	ابو الحسن علی بن محمد قابسی المتوفی سنہ ۴۰۳ھ	″
مسند الموطا	قاسم بن اصبغ	″
″	ابو القاسم الجواہری	″
″	ابو ذر الہروی	″
″	ابو الحسن علی بن حبیب السلجماسی	″
″	المطرز	″
″	احمد بن قہرار	″
″	الفارسی	″
″	القاضی ابن المفرج	″
″	ابن الاعرابی	″
″	ابو بکر احمد بن سعید بن موضع الاخمیمی	″
مسند الموطا	ابو عمر الطلیطلی	موطا بروایت قعنبی کے احادیث ترتیب و بیان

مسند الموطا	ابراہیم بن نصر السرقسطی	موطا بروایت قعنبی کے احادیث ترتیب و بیان

۳۔ اختلاف الموطا آت

اختلاف الموطا آت	حافظ ابو الحسن الدارقطنی	موطا کی مختلف روایات اور نسخوں کی تحقیق و بیان
؍؍	ابو الولید سلیمان الباجی	؍؍

۴۔ رجال الموطا

رجال الموطا	قاضی ابو عبد اللہ محمد بن یحیٰی الحذار	موطا کے رجال و رواۃ کی تحقیق و حالات
؍؍	ابو عبد اللہ بن المفرج	؍؍
؍؍	البرقی	؍؍
؍؍	ابو عمر الطلیطلی	؍؍
اسعاف المبطا برجال الموطا	حافظ جلال الدین سیوطی	؍؍

۵۔ غریب الموطا

غریب الموطا	احمد بن عمران الاخفش	موطا کے لغات کی تحقیق
؍؍	ابو القاسم العثمانی المصری	؍؍
؍؍	البرقی	؍؍
مشارق الانوار	قاضی عیاض	بخاری مسلم اور موطا کے لغات کی تحقیق

۶۔ رواۃ الموطا عن مالک

تسمیۃ من روی الموطا عن مالک	ابو القاسم ابن بشکوال اندلسی	امام مالک سے جن لوگوں نے موطا کی روایت کی ہے انکے حالات

رواة مالک	محدث خطیب بغدادی	امام مالک سے جن لوگون نے موطا کی روایت کی ہے اونکی حالات
"	قاضی عیاض	"
ایجاب لسالک رواة الموطا عن مالک	حافظ شمس الدین دمشقی	"

۷ متفرق مباحث

التقصی	ابن عبد البر اندلسی	موطا کی منقطع، مرسل، منفصل، بلاغات کا وصل و رفع اسناد
اطراف الموطا	ابو بکر بن ثابت الخطیب	"
توجیہ الموطا	ابو عبد اللہ بن عیشون الطلیطلی	"
السافر عن آثار الموطا[1]	حازم بن محمد بن حازم	موطا کے آثار کی تحقیق و بحث، ۱۴ جزءین
تاج الحلیہ	ابو محمد بن یربوع	موطا کے اسانید پر تحقیق و بحث،
جمع الموطا[1]	ابن جوصا	شاید موطا کے مختلف نسخون کا مجموعہ
مشائخ مالک	امام مسلم	امام مالک کے اساتذۂ حدیث کے حالات،

موطا کا ایک اور امتیاز گو سلاطین اور خلفائے اسلام مین ہزارون اشخاص ایسے گذرے ہین جو صاحب سیف و قلم تھے، تخت و منبر دونون اون کے نام سے عزت پاتے تھے، لیکن کسی کے متعلق یہ بیان نہین ہے کہ اوس نے طلب علم و اخذ سند کے لیے کوئی سفر اختیار کیا ہو کر خود اون کا قصر اساتذہ کا مرکز اور علمائے عہد کا مرجع ہوتا تھا، لیکن تنہا موطا وہ کتاب مقدس ہے جس کے لیے مہدی، ہادی، رشید، مامون اور امین مشاہیر

---

[1] یہ تمام فہرست کشف الظنون لفظ موطا اور مدارک قاضی عیاض سے بواسطہ تزئین الممالک سیوطی صفحہ ۵۲-۵۰ سے ماخوذ

خلفائے اسلام نے عراق سے حجاز تک بادیہ پیمائی کی، اور آخرین چھٹی صدی مین بزرگترین سلاطینِ اسلام صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس نے قاہرہ سے اسکندریہ تک صرف اسی کی خاطر سفر گوارا کیا[1]

---

[1] تزئین الممالک نقلاً عن القاضی الفاضل وزیر السلطان، صفحہ ۷۴،

مصنّف کی دوسری کتابین

ارض القرآن جلد دوم

اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل اصحاب لرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار
اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر تفصیلی بحث صفحہ ۲۵۱   ۱۲؍

سیرۃ عائشہ رض

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی، قرون اولیٰ کی خانہ جنگیوں کے اصلی
اسباب۔ اور ام المومنین کے فضائل ومناقب اور اُنکے اجتہادات وکمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۲۵۰ صفحہ ۱۲؍

لغات جدیدہ

چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری،   ۸؍

دروس الادب

عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم،   ۲؍

دوسری ریڈر طبع سوم،   ۴؍

رسالہ اہل سنت والجماعت

فرقہ اہل سنت والجماعت کے اصولی عقاید کی تحقیق،   ۸؍

خلافت اور ہندوستان

خلفائے اسلام اور مسلمانان ہند کے باہمی تعلقات کی تاریخ آثار فرامین شاہی اور سکوں کے ذریعہ سے تشریح وتفصیل،

حیات امام مالک

امام مالک کی سوانحمری اور اُنکی موطائے حدیث پر تبصرہ قیمت،   ۱۴؍

بہادر خواتین اسلام   ۲؍

(باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی)

"منیجر"